دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

دار العلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم حقانیہ

مدیر: مولانا سمیع الحق

نمایاں کارکردگی، بہترین کوالٹی اعلےٰ مضبوط اور پائیدار مصنوعات کے لیے

ٹیکسٹائل
کی دنیا
کا جانا
پہچانا نام

بوریوالہ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
داؤد آباد ضلع
وہاڑی

ہیڈ آفس: بوریوالہ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ ۵۰۵، ۵۰۳، ۵۰۴ - الفلاح
شاہراہ قائد اعظم لاہور

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۵
شمارہ ۱۰

ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ
جولائی ۱۹۹۰ء

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

مدیر معاون: عبدالقیوم حقانی
ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز ——— فسادات اور نسخۂ امن و سلامتی	مولانا محمد منظور نعمانی	۲
قرآن حکیم، نسخۂ کیمیا	مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی	۱۲
جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت	مولانا شہاب الدین ندوی	۲۱
فتنۂ قادیانیت اور مولانا عبدالماجد دریابادی	جناب علی ارشد صاحب	۳۳
عدالتی نظام کے اسلامی اصول	مولانا سید محمد میاں مرحوم	۳۷
اظہار حق اور ایفائے عہد	ابو محمد عبداللہ دارمی	۴۵
ان بن عبدالملک اور ابو حازم تابعی کا دلچسپ کالمہ		
علماء کے ذرائع معاش	قاضی منظور الحق کوثری	۵۱
افکار و تاثرات (قارئین بنام مدیر)		۵۳
امریکہ میں قیدیوں کا قبول اسلام	جناب جعفر مسعود ندوی	
ایک داعی کی موت سے چار گاؤں مسلمان	خالد عثمان	
حق کا جرأت مندانہ موقف	جناب قمرالدین آفریدی	
فتنہ قادیانیت اور مولانا دریابادی	متعدد علماء اور سکالر	
مطالعات و تعلیقات	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری	۵۹

پاکستان میں سالانہ ۵۰/- روپے فی پرچہ ۵/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

مہمان اداریہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

نقش آغاز

فسادات اور نسخہ امن و سلامتی

مدیر الحق جناب مولانا سمیع الحق کے شریعت بل کو قومی اسمبلی سے منظور کرانے کے سلسلہ میں آل پارٹیز کانفرنس کے انعقاد، ممبران اسمبلی سے ملاقاتیں ۔ مذہبی اور سیاسی رہنماؤں سے مشاورت ، اور تحریک نفاذ شریعت کے لئے مسلسل اسفار اور مصروفیتوں اور نائب مدیر مولانا عبدالقیوم حقانی کے سفر حج کے پیش نظر ادارتی تحریر نہ لکھی جا سکی ۔ لہذا حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کا عیدالفطر کے موقعہ پر ایک اہم خطاب پیش خدمت ہے جو پاک و ہند کے مسلمانوں بالخصوص صوبہ سندھ کی خطرناک صورت حال کے پیش نظر اعمال و کردار کے احتساب اور مستقبل کے ٹھوس لائحہ کی انگیخت کا ذریعہ بن سکتا ہے ۔ (ادارہ)

میرے بھائیو اور عزیزو ! مجھے اس وقت بخار ہے ۔میں اس بخار ہی کی حالت میں آپ حضرات سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں جن کا میرے نزدیک حق تھا اگر میرے لئے ممکن ہوتا تو میں آپ میں سے ہر ایک کے گھر پہ جا کر آپ سے وہ باتیں کرتا ۔ لیکن یہ میرے لئے ممکن نہیں ۔ خاص کر اس حالت میں کہ میں چلنے پھرنے سے معذور ہوں ۔ اس لئے آپ حضرات سے عرض کرتا ہوں کہ آپ میں سے ہر بھائی میری بات اس طرح سنیں کہ گویا یہ بات میں خاص انہیں سے کر رہا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مجھے دین کی صحیح اور ضروری باتیں کہنے کی توفیق دے فرمائے اور آپ کو ان کے قبول کرنے کی توفیق دے ۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ہم آپ سب مسلمان ہیں ۔ اور اسلام ہی کے تعلق سے نماز ادا کرنے کے لئے اس وقت اللہ کے اس گھر میں جمع ہوئے ہیں ۔ آپ سب بھائی اتنی بات ضرور جانتے ہیں کہ اسلام کسی ذات برادری کا نام نہیں ہے ۔ جیسے سید یا شیخ یا پٹھان ہونا کہ سید کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ آپ سے آپ سید یا شیخ یا پٹھان ہو جاتا ہے ۔ یا ہندوؤں میں برہمن کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ آپ سے آپ برہمن ہوتا ہے ۔ اس بچہ کو سید یا شیخ یا پٹھان یا برہمن ہونے کے لئے کچھ نہیں کرنا پڑتا ۔ تو میرے بھائیو ! اسلام اس طرح کی کسی ذات برادری کا نام نہیں ہے جیسے سید یا شیخ یا پٹھان ہونا ، کہ مسلمان کے گھر پیدا ہونے والا بچہ آپ سے آپ مسلمان ہو ۔ یا جس کا نام مسلمانوں کا سا ہو

وہ مسلمان ہی ہو۔ بلکہ اسلام اپنی ذات اور اپنے طرزِ زندگی کے بارے میں بہت بڑے فیصلے اور ایک اہم عہد کا نام ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ آدمی کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور دل و زبان سے اس کو قبول کر کے مسلمان ہوتا ہے۔ یہ کلمہ شریف جادو منتر کی طرح صرف الفاظ اور زبانی بول نہیں ہے بلکہ اس میں دو اصولی اور بنیادی باتوں کا عہد اور اقرار و اعلان ہے۔ کلمہ کے پہلے جزء لا الٰہ الا اللہ میں اپنے اس عقیدے اور یقین کا اعلان ہے کہ میرا اور زمین و آسمان اور ساری کائنات کا معبود و مالک سب کا خالق اور پروردگار بس ایک اللہ ہے۔ سب کی موت و حیات، بیماری اور تندرستی اور سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے۔ جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے سوا کسی کے اختیار میں کچھ نہیں۔ وہی اور صرف وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ حضرات انبیاء علیہ السلام بھی اسی کے پیدا کئے ہوئے اس کے بندے ہیں۔ اور بندگی میں دوسرے سب بندوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے ان کے درجے سب سے بلند ہیں ان سب نے یہی تعلیم دی ہے کہ "لا الٰہ الا اللہ"

کلمہ شریف کے دوسرے جزء "محمد رسول اللہ" میں اس عقیدے اور دل کے اس یقین کا اعلان ہے کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی اللہ وحدہ لاشریک کے بھیجے ہوئے رسول برحق ہیں۔ آپ جو ہدایت اور شریعت لے کر آئے وہ اللہ کی ہدایت اور شریعت ہے۔ آپ کی اطاعت اور فرماں برداری اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ اور آپ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اب نجات آپ ہی کی شریعت کے اتباع اور پیروی میں منحصر ہے اور دنیاوی زندگی بھی ہمارے لئے کامیاب ہونے کا، عافیت حاصل کرنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا۔

میرے بھائیو! ہم اپنے حالات کا تذکرہ اکثر کرتے ہیں لیکن اپنے اعمال کے تذکرہ سے ہمیں الجھن ہوتی ہے آیئے ذرا تھوڑی دیر کے لئے ہم اپنا جائزہ لیں۔ سب سے پہلے میں نماز کا تذکرہ کرتا ہوں۔ نماز کا کیا درجہ ہے اور اس کی کتنی اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ اس سے کریئے کہ امت کے جلیل القدر مجدد اور چار اماموں میں سے ایک حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی تحقیق یہ ہے کہ بلا عذر شرعی کے فرض نماز ادا نہ کرنے والا مرتد اور کافر ہے۔ اور اسی بنا پر وہ واجب القتل ہے۔ امت کے ایک دوسرے امام حضرت امام شافعیؒ اگرچہ امام احمد بن حنبلؒ کی طرح نماز نہ پڑھنے والے کو کافر و مرتد تو قرار نہیں دیتے لیکن وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ [illegible] موت کا مستحق اور واجب القتل ہے۔ ان کے نزدیک نماز نہ پڑھنا اتنا بڑا گناہ ہے

جس کی سزا اس دنیا میں قتل ہی ہے۔ جیسے اگر کوئی شادی شدہ آدمی زنا کرے یا کوئی کسی کو عمداً قتل کر دے تو اس کی سزا قتل ہی ہے۔ اگرچہ اس گناہ پر اسے کافر و مرتد نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ہمارے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ بغیر عذر شرعی نماز نہ پڑھنے والوں کی سزا یہ ہے کہ اسے اس وقت تک جیل میں ڈال دیا جائے جب تک وہ توبہ کر کے نماز شروع نہ کر دے یا جیل ہی میں حالت قید ہی میں وہ مر جائے۔ یوں کہیے کہ ان کے نزدیک نماز نہ پڑھنے کی سزا عمر قید ہے۔

امت کے ان جلیل القدر اماموں نے نماز کی اہمیت کے بارے میں جو یہ رائے قائم کی۔ وہ بلاشبہ قرآن و حدیث کے سینکڑوں دلائل کو سامنے رکھ کر کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ امت کو بتا گئے کہ کونسا عمل کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ نماز عملی کلمہ ہے۔ یعنی یہ کہ کلمہ طیبہ کے ذریعہ ایک انسان جس زندگی اور جس راستہ کو اپنانے کا اندرونی فیصلہ کرتا ہے نماز اس کا عملی پیکر اور ظاہری جامہ ہے۔ اس کے بغیر اسلام کا کم از کم ظاہری وجود تو ختم ہو ہی جاتا ہے۔

اب ذرا نظر ڈالئے مسلمان کہلانے والی قوم پر، اس کی کتنی تعداد ہے جو نماز کی پابندی کرتی ہے؟ ہر محلہ میں آپ کو اس کی پچاسوں مثالیں ملیں گی۔ کہ مسلمان کی دوکان یا مکان مسجد کے بالکل برابر میں ہے پانچوں وقت نماز کے لئے بلایا جاتا ہے۔ مسجد آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ لیکن یہ اللہ کے بندے جن کے نام مسلمانوں کے سے ہیں ایک وقت بھی مسجد میں نہیں آتے۔ سوچئے کہ یہ کیسے مسلمان ہیں؟ کیا یہی وہ قوم ہے جو اللہ کی مدد کی مستحق ہے؟ اور جس کو فخر ہے اس بات پر کہ وہ "خیر امت" ہے۔

نماز کے بعد دین میں سب سے اہم اور بڑا درجہ زکوٰۃ کا ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیتوں میں تو یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ کفار و مشرکین کو اپنا دینی بھائی اس وقت سمجھا جائے جب وہ کفر کی راہ چھوڑ کر اسلام کی راہ اختیار کر لیں۔ اور نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگیں۔

آپ میں سے بہت سوں کو معلوم ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے بعض ایسے قبیلوں نے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت بھی ابھی نہیں ہو پائی تھی۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کا فیصلہ کیا اور تمام صحابہ کرام نے ان کے اس فیصلہ سے اتفاق کیا تھا۔

خدا کے لئے سوچئے کہ آج مسلمان کہلانے والوں میں کتنے فیصد ہیں جو ہر سال اپنی دولت اور سرمایہ کا حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کا تناسب نماز پڑھنے والوں کے تناسب سے بھی کم ہے۔ ہزاروں لوگ تو ایسے ملیں گے جنہوں نے سوچا ہی نہ ہو گا کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ حالانکہ سالہا

سال پہلے ان پر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہے ۔

اسی طرح سے کتنے فیصد مسلمان ہیں جو ان گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں جن کو اللہ نے سخت درجہ کا حرام قرار دیا ہے ۔ زنا حرام ہے ۔ کسی پر ظلم کرنا حرام ہے ۔ اس میں مسلمان کی قید نہیں غیر مسلم پر بھی ظلم کرنا حرام ہے ۔ شراب حرام ہے ۔ پہلے زمانہ میں شراب کو ام الخبائث کہا جاتا تھا ۔ کہ اس کی وجہ سے آدمی بہت سے دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارے اس زمانہ میں سینما ام الخبائث ہے ۔ سوچئے آج کتنے مسلمان ہیں جو ان گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ میں کفر کا فتویٰ نہیں دیتا لیکن اللہ کے اس گھر میں آپ سب لوگوں کے سامنے کہتا ہوں اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ایسے لوگ قرآن کی زبان میں مومن نہیں ہیں ۔ قرآن کی زبان میں مومن وہ لوگ ہیں جن کا اللہ ورسول اور آخرت پر ایمان ہو ۔ اور ان کی زندگی ایمان والی ہو ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سے کوئی گناہ نہ ہوتا ہو ۔ گناہوں سے معصوم صرف اللہ کے پیغمبر اور اللہ کے فرشتے ہیں ۔ ایمان والوں سے بھی گناہ ہو جاتا ہے لیکن گناہ کے بعد انہیں اس کا احساس ہو جاتا ہے کہ ہم سے اللہ کی نافرمانی ہوئی تو وہ اللہ سے معافی مانگتے ہیں اس کے حضور میں توبہ کرتے ہیں ۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کا اللہ پر اور آخرت پر پورا ایمان اور یقین ہو اور وہ بے فکری اور بے پرواہی کے ساتھ نماز روزے جیسے فرائض ترک کرتا رہے اور گناہوں میں مبتلا رہے ۔

یاد رکھئے اللہ تعالیٰ کا ایک قانون ہے کہ جب کوئی امت جو کسی نبی پر ایمان لائی ہو وہ جب تک نبی کی لائی ہوئی ہدایت اور شریعت پر چلتی رہتی ہے دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد اس کو حاصل رہتی ہے اس کی اصل جزا تو آخرت میں جنت میں ملے گی ۔ جنت کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے ۔

ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون ۔

اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے ۔ فیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین

اور اس کے برعکس اگر پیغمبر کو ماننے والی امت کبھی نافرمانی والی زندگی اختیار کرے ۔ اللہ ورسول کے احکام کے بجائے اپنے نفس کی خواہشات پر چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو مدد سے محروم کر دیتا ہے اور اس پر بدترین اور خبیث ترین کافروں و ظالموں کو مسلط کر دیتا ہے ۔ آپ میں سے جو بھائی قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں وہ جا بجا اس میں بنی اسرائیل کا ذکر پڑھتے ہیں ۔ یاد رکھئے قرآن تاریخ یا قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا نازل فرمایا ہوا صحیفۂ ہدایت ہے اس میں اگلی امتوں کے جو واقعات بیان کئے گئے ہیں وہ اسی لئے بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ان سے سبق لیں اور عبرت حاصل کریں ۔

بنی اسرائیل اپنے زمانہ کے قریب قریب ایسے ہی مسلمان تھے جیسے ہم مسلمان ہیں بلکہ ایک بات میں

وہ ہم میں سے بھی ممتاز تھے وہ یہ کہ وہ سب انبیاء علیہ السلام کی نسبی اولاد تھے اور ایسا نہیں تھا کہ ان میں کوئی اللہ کا نیک بندہ نہ رہا ہو۔ لیکن قوم کی عام زندگی نافرمانی والی زندگی ہو گئی تھی۔ انہوں نے اپنے پیغمبر دین کے دین کا انکار نہیں کیا تھا۔ لیکن زندگی میں اللہ و رسول کی تابعداری کے بجائے نفس کی خواہشات کی پیروی کر رہے تھے۔ قرآن مجید میں پہلے ہی پارے الم میں ان کا حال بیان کیا گیا ہے۔

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللّٰہ و بالوالدین احسانا و ذی القربٰی والیتٰمی والمساکین وقولوا للناس حسنًا و اقیموا الصلٰوۃ واٰتوا الزکٰوۃ ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون۔ واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماءکم و لا تخرجون انفسکم من دیارکم ثم اقررتم و انتم تشہدون۔ ثم انتم ہٰؤلاء تقتلون انفسکم وتخرجون فریقًا منکم من دیارھم تظٰھرون علیھم بالاثم والعدوان۔ وان یاتوکم اُسٰرٰی تفادوھم وھو محرم علیکم اخراجھم۔ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض۔ فما جزاء من یفعل ذلک منکم الا خزیٌ فی الحیاۃ الدنیا ویوم القیٰمۃ یردون الی اشد العذاب۔ وما اللّٰہ بغافلٍ عما تعملون ٥

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یاد دلایا ہے کہ ہم نے تم سے یہ عہد لیا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے۔ اور والدین، اہلِ قرابت اور یتیم بچے اور محتاجوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور حسنِ سلوک کرو گے اور عام لوگوں سے بھی خوش خلقی سے پیش آؤ گے۔ اور نماز کی پابندی کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے۔ ہم نے تم سے یہ بھی عہد لیا تھا کہ باہمی خون ریزی اور آپس کی لڑائیاں ختم کرو گے۔ نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرو گے۔ لیکن تمہارا حال یہ ہے کہ سوائے معدودے چند کے تمہاری اکثریت اس عہد کی پابند نہ رہی، بلکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی جان لیتے ہو اور اپنوں کو بے گھر کرتے ہو۔ اور ان کے دشمنوں کی مدد کرتے ہو۔ حالاں کہ دوسری طرف تمہارا رویہ یہ ہے کہ جب تمہاری ہی حرکتوں کے نتیجہ میں تمہارے وہ "اپنے" قیدی بن کر تمہارے پاس آتے ہیں تو کچھ خرچ کر کے ان کو رہا کرا لیتے ہو گویا تمہارا حال یہ ہے کہ کچھ حکموں پر تو ایمان رکھتے ہو، اور کچھ پر نہیں۔ تو تم میں سے جس کا طرزِ عمل یہ ہوا سے دنیاوی زندگی میں رسوائی کے سوا اور کیا جزا ملے گی اور قیامت کے دن بہت سخت عذاب میں ڈال دیا جائے گا۔

میرے بھائیو! ذرا غور کرو۔ خدا کے لئے سنجیدگی سے سوچو۔ کیا آج یہ آیات سو فیصد ہم مسلمانوں پر منطبق نہیں ہو رہی ہیں؟ کیا ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے بنیادی احکام کے ساتھ وہی نہیں ہو گیا ہے جو بنی اسرائیل

کا ہو گیا تھا جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون سوائے معدودے چند کے تمہاری غالب اکثریت ان احکام سے دور ہو چکی ہے۔ اور جس کے بارے میں نہایت بلیغ انداز میں فرمایا گیا ہے کہ تم ہماری کتاب ہدایت کے کچھ حصے پر تو ایمان رکھتے ہو۔ لیکن باقی کو تم نہیں مانتے۔ پھر کیا خدا کا یہ صاف اعلان ہمارے بارے میں نہیں ہے کہ تمہارے اس طرز عمل کا صلہ دنیا میں سخت ذلت و رسوائی اور آخرت کے شدید عذاب کے علاوہ کچھ اور بھی متوقع ہے؟

بنی اسرائیل کے ساتھ جن کو اللہ نے دنیا کی سب سے بہتر قوم قرار دیا تھا اور جن پر اللہ کی خاص نگاہِ کرم اور نظرِ انتخاب تھی۔ جب انہوں نے غفلت اور لاپرواہی اور دین سے عملی بے تعلقی اور آخرت فراموشی کا راستہ اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسے بدترین دشمنوں کو مسلط کر دیا جو بے رحم اور سنگ دل بھی تھے اور ملک و مال اور ہتھیاروں سے لیس بھی تھے۔ پھر ان دشمنوں نے ان کے ساتھ وہی کیا جو آج دنیا کی قومیں ہمارے ساتھ کر رہی ہیں۔ گھروں میں گھس گھس کر انہوں نے لوگوں کو مارا۔ بے دریغ خون بہایا۔ مال لوٹا۔ عزتیں لوٹیں۔ یہاں تک کہ ان کے مراکز عبادت میں جا گھسے۔ لوگوں کے منہ کالے کیے اور توراۃ کے نسخے جلا کر نیست و نابود کر دیے۔

میرے عزیز بھائیو! عید کے دن ان چیزوں کا تذکرہ کیسی عجیب سی بات ہے۔ لیکن بتاؤ کہ آج کے دن میں اپنے ان عزیز بھائیوں سے جو اتنی بڑی تعداد میں یہاں جمع ہیں اور کیا کہوں؟ کیا اس سے زیادہ ضروری اور کوئی بات ہو سکتی ہے۔

اگر بنی اسرائیل کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تھا اور یقیناً ہوا تھا۔ اور ان کی زندگی میں کئی بار ہوا تھا ان کے اعمال میں بناؤ بگاڑ کے اعتبار سے جو تبدیلیاں آتی تھیں اسی اعتبار سے ان کے حالات میں بھی نشیب و فراز آتے تھے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ اگر بنی اسرائیل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہوا تھا تو ہمارے ساتھ کیوں نہیں ہو گا؟ میرا خیال ہے کہ ہم اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خصوصی اور استثنائی معاملہ کی توقع رکھتے ہیں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا معاملہ اللہ کے حکموں کے ساتھ چاہے کچھ بھی ہو اللہ کا معاملہ ہمارے ساتھ اچھا ہی ہونا چاہئے اس لئے کہ ہم اس کے محبوب کی امت ہیں۔ خدا کی قسم یہ شیطانی فریب ہے۔

ابھی میرٹھ میں جو کچھ ہوا وہ بالکل تازہ بات ہے۔ وہاں سے ایسی دردناک خبریں آ رہی ہیں کہ اللہ کی پناہ جتنی تکلیف بھی وہاں کے حالات سن کر ہمیں ہو کم ہے۔ بلاشبہ ایسا ظلم ہوا ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے لیکن میں اللہ کے گھر میں بیٹھ کر اور اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ سارا ظلم ہمارے اس ظلم کے نتیجہ میں ہو رہا ہے جو ہم دنیا کے نشہ میں چور ہو کر اپنے آپ پر خود کر رہے ہیں۔

ہمارا حال یہ ہے کہ رمضان مبارک میں کھلم کھلا روزہ نہ رکھنے والوں کی تعداد اب تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اب تو یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ رمضان کی راتیں فلموں کو دیکھنے میں گذاری جاتی ہیں۔ رمضان مبارک کے آخری جمعہ کے بارے میں لکھنؤ ہی کے بارے میں یہ بھی سنا کہ جمعہ کی نماز پڑھ کر جب نمازیوں کا ہجوم واپس ہوا تو راستہ میں لوگوں نے پانی اور شربت کی سبیلیں لگائی تھیں اور پلاؤ بک رہا تھا۔ اور بے شمار لوگوں کا ہجوم سڑک پر کھڑا پلاؤ کھا رہا تھا اور پانی پی رہا تھا اور یہ سبیلیں لگانے والے اور پانی و شربت پینے والے دونوں مسلمان ہی تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا ہمارے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے غضب اور قہر کو دعوت دینے والے نہیں ہیں ؟

پھر جن حالات ہم آجکل گھرے ہوئے ہیں ان حالات میں کتنی عقلمندی اور کتنی حکمت اور کتنی احتیاط سے چلنے کی ضرورت ہے۔ اور اپنے جذبات پر کس قدر قابو رکھنے اور اللہ کے حکموں اور دین کے منشاء پر چلنے کی کتنی سخت ضرورت ہے۔ میری زندگی جیسی بھی گذری ہے عام مسلمانوں کے ساتھ گذری ہے زندگی بھر اس کا احساس رہا کہ عام مسلمانوں کو خبر ہی نہیں ہے کہ ان حالات میں کس طرح جینا چاہئے۔ بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے شاید طے کر لیا ہے کہ وہ عقل کی بات نہیں سنیں گے۔ اللہ کی بات نہیں سنیں گے۔ اپنے دین کے مزاج کو سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کریں گے۔ یہ بعینہٖ وہی حالت ہے جو قرآن مجید نے برباد ہونے والی بعض گمراہ قوموں کی بیان فرمائی ہے کہ :-

ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغی یتخذوہ سبیلا

میرے دوستو! میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ ہم پر ظلم نہیں ہو رہا۔ ظلم ہو رہا ہے اور یقیناً ہو رہا ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ حالات سے ناواقفیت کا ثبوت دیتا ہے۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ یہ ظلم اس ظلم کے نتیجہ میں ہو رہا ہے جو ہم اپنے اوپر کر رہے ہیں۔ اگر ہم کسی اعتبار سے ظالم نہ ہوتے، صرف مظلوم ہی ہوتے تو اللہ کی مدد آچکی ہوتی اور ہم پر ظلم کرنے والوں پر اللہ کی پکڑ آ گئی ہوتی۔ اور جب ظالموں پر اللہ کی پکڑ آ جاتی ہے تو اسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

ہمارے ظلموں کی فہرست بھی بہت طویل ہے ذرا کوئی ہماری شادیوں کی محفل کو دیکھے ہماری دوسری فضول تقریبات کو دیکھے اور ہماری فضول خرچیوں کو دیکھے۔ کیا اسے دیکھ کر اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک ایسی قوم کے افراد کی تقریبات ہیں جو دنیا کو یہ سکھانے کے لئے بھیجی گئی تھی کہ ضروریات زندگی کو کتنی سادگی کے ساتھ پورا کیا جاتا ہے اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو زندگی کے بلند مقاصد اور انسانیت کی خدمت میں کس طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ بھی ہمارے اپنے اوپر ظلم کی ایک شکل ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور ظلم ہم اپنے اوپر یہ کر رہے ہیں کہ ہم جہاں رہتے ہیں وہاں کے لوگوں کو اپنا حریف اور دشمن سمجھ کر رہتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم ان کو اللہ کا بندہ سمجھتے اور محبت و حکمت اور اخلاق کے ساتھ ان کو اللہ کی رحمت سے اور ہدایت سے اور جنت سے قریب کرنے کی کوشش کرتے اور ان کو اپنی دعوتی جدوجہد کا میدان بناتے۔ تاکہ ان میں جتنے سلیم الفطرت ہیں ان کو ہدایت مل جاتی۔ اور اللہ کی جو رو دین کی دعوت کے میدان میں قربانیاں دینے والوں کے ساتھ آتی ہیں وہ ہمارے ساتھ شامل ہو جاتی۔ بجائے اس کے ہم نے ان کو اپنا دشمن سمجھ لیا ہے۔

میرے بھائیو! یہ صحیح ہے کہ وہ ہمیں اپنا دشمن سمجھتے ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہمارا حال یہی ہونا چاہیئے کہ ہم بھی سب کو دشمن اور حریف سمجھنے لگیں۔ اگر انبیاء علیہم السلام سب کو دشمن ہی سمجھ لیتے تو کام کیسے کرتے۔

بہرحال میرے دوستو! اللہ کے یہاں اندھیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے وہ رحیم بھی ہے علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے اور عادل بھی ہے۔ یہ حالات ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کی مرضی کے خلاف آرہے ہوں۔ اسی کی مشیت سے آرہے ہیں۔ اور یہ ہمارے اعمال واخلاق اور ہماری بے عقلیوں اور حماقتوں کے نتیجہ میں آرہے ہیں۔

اب سے قریباً ڈھائی تین سو سال پہلے مغلیہ سلطنت کے آخری دور میں جب نادر شاہ نے دہلی کو تاراج و برباد کیا لوٹا اور وہاں کے بے گناہ باشندوں کا قتل عام کیا تو لوگوں نے اس وقت کے عارف باللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ:-

"شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت"

یعنی ہماری بداعمالیاں ہیں جو نادر کی شکل میں عذاب بن کر آگئی ہیں۔

میں ایک سیاہ کار گناہ گار بندہ ہوں مجھے کوچہ معرفت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن قرآن وحدیث کی روشنی میں یقین ہے کہ آج ہم مسلمانوں پر جو مصیبتیں جہاں بھی آرہی ہیں وہ ہماری ہی بداعمالیوں اور نافرمانیوں کے نتائج ہیں۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید میں جابجا ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:-

وما ظلمنٰھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

ایک حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:- انما ھی اعمالکم احصیھا لکم۔

میرے بھائیو! عزیزو!! ہم مسلمانوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب پاک قرآن مجید پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اگر ہم زندگی میں اللہ و رسول کی وفاداری اور فرماں برداری کا راستہ

اختیار کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی خاص نظر عنایت اور نصرت ہم کو حاصل ہوگی۔ اور پھر ہم پر اس طرح کے مظالم نہ ہوں گے۔ جس طرح آج ہو رہے ہیں۔ جن کی خون کے آنسو رلانے والی خبریں ہم اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذ لکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ

یہ خداوندی دستور و منشور کا واضح اعلان ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ کی نصرت اور مدد تم کو حاصل ہو تو دنیا کی کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی اور (اگر تمہاری بداعمالیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے) اللہ تم کو اپنی نصرت اور مدد سے محروم کر دینے کا فیصلہ فرمائے تو پھر کوئی دوسرا نہیں ہے جو تمہاری مدد کر سکے اور ظالم دشمنوں کے ظلم و ستم سے تم کو بچا سکے۔

بدقسمتی سے اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جن مشکلات میں مسلمان مبتلا ہیں ان سے نجات پانے کے لئے ان کے ناخدا ناشناس اور دین سے بے بہرہ قائد و رہنما ان قوموں کے طور طریقوں سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں جو ایمان سے محروم ہیں جن کا خدا رسول سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قرآن مجید جو قیامت تک کے لئے صحیفۂ ہدایت ہے اس سے ہدایت اور راہ نمائی حاصل کرنے کا ان کو خیال بھی نہیں آتا۔ یہ ہماری بدقسمتی کی انتہا ہے اور ہماری یہ حالت ہم کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور زیادہ محروم کرنے والی ہے۔ خدا کے لئے اس طریقہ کو بدلئے ورنہ حالات بد سے بدتر ہوتے رہیں گے۔

میرے بھائیو، عزیزو! اس لئے ہمارے لئے مشکلات سے نجات پانے کا کوئی راستہ رجوع الی اللہ کے سوا نہیں ہے۔ میں اللہ کے اس گھر میں اللہ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بنا کے آپ حضرات کو صفائی کے ساتھ بتا دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ دین سے بے تعلقی اور اللہ و رسول کی نافرمانی کے ساتھ کوئی تدبیر، کوئی مظاہرہ، کوئی بند ہم کو ان مظالم اور مشکلات سے نجات نہیں دلا سکتا۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان مظالم سے حفاظت اور بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر نہ کی جائے۔

سن لیجئے ہر جائز تدبیر فرض ہے۔ لیکن وہ جب ہی کامیاب ہوگی جب اللہ کی مدد ہم کو حاصل ہوگی اور اس کی شرط رجوع الی اللہ اور اللہ و رسول کے ساتھ وفاداری و فرماں برداری کا صحیح تعلق ہے۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہی سب سے زیادہ کامیاب ہونے والی تدبیر بھی ہے۔ میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اور اپنے ذاتی تجربوں کی بنا پر قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ اگر مسلمان کہلانے والوں کی عام زندگی اللہ و رسول کی فرماں برداری والی اور دین کی دعوت والی زندگی ہو جائے تو آج جو ان کے دشمن ہیں وہ ان کو سروں پر بٹھائیں گے۔ اپنی حاجتوں میں دعائیں کرانے کے لئے ان کے پاس آیا کریں گے۔ ہم نے اپنے پر سب سے بڑا ظلم یہ کیا ہے کہ دنیا کے لئے امت

دعوت اور امت ہدایت کے بجائے اپنے کو دنیا کی قوموں کی ایک حریف قوم کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے ہمارے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے اسی جرم عظیم کی سزا ہے۔

اس موقع پر ایک بات اور صفائی کے ساتھ کہنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کبھی کبھی سننے میں آیا ہے کہ فلاں شہر کے فلاں محلہ میں ہندوؤں نے مسلمانوں پر مظالم کئے۔ تو مسلمانوں نے فلاں محلہ میں ہندوؤں پر جوابی حملہ بول دیا صاف سن لو اللہ و رسول کے دین اسلام میں یہ ظلم ہے۔ حرام ہے۔ قطعاً حرام ہے بے گناہوں سے بدلہ لینا ان پر ظلم کرنا دنیا اور آخرت میں ناقابل معافی جرم اور گناہ ہے۔

یہ بات قرآن پاک کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔ جو لوگ اسلام کے نام پر ایسا کرتے ہیں وہ ان بے گناہ غیر مسلموں کے علاوہ اسلام پر بھی ظلم کرتے ہیں۔ اور خدا کے عذاب اور غضب کو دعوت دیتے ہیں۔

اے اللہ تو گواہ رہ۔ مجھ گناہ گار بندے نے موجودہ حالات میں جو کچھ کہنا حق اور اپنا فرض سمجھا تیری ہی توفیق سے کہہ دیا۔ ان بھائیوں نے سن لیا۔ ان کے دلوں میں اتار دینا اور ان کو اور خود مجھ کو بھی عمل کی توفیق دینا تیرے اختیار میں ہے۔ اے اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرما۔ اور میرے اس کہنے کو قبول فرمالے۔

میرے بھائیو، عزیزو! اب میں بات کو ختم کرتا ہوں۔ اب ہم آپ سب اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کریں۔ ایمانی عہد کی تجدید کریں۔ نماز روزہ، زکوٰۃ وغیرہ فرائض اور حقوق العباد کی اہتمام سے ادائیگی کا عہد کریں۔ گناہوں سے توبہ کریں اور معافی مانگیں۔ دنیا اور آخرت کی خیر و فلاح اور ہر طرح کے شرور سے اللہ کی پناہ مانگیں۔

سبحانک اللّٰھم وبحمدک نشھد ان لا الٰہ الا انت
نستغفرک ونتوب الیک۔ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم
تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخٰسرین۔ ربنا اٰمنا فاغفرلنا
وارحمنا وانت خیر الرٰحمین

اس کے بعد ایمانی عہد کی اجتماعی تجدید اور اجتماعی توبہ و استغفار اور طویل و جامع دعا پر خطاب ختم ہوا۔

از حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ
ضبط: مولانا ذاکر حسن نعمانی

قرآن حکیم، ایک نسخۂ کیمیا

مقام عبدیت، سلف صالحین پر اعتماد

دارالعلوم حقانیہ کی مرکزیت وخدمات، اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے برکات

شعبان اور رمضان المبارک کے سالانہ تعطیلات میں بھی بحمد اللہ کئی سال سے دارالعلوم میں مستقل طور پر قرآن حکیم کا ترجمہ بصورت دورۂ تفسیر باقاعدگی سے دارالعلوم کے دو اساتذہ مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب اور مولانا عبدالقیوم حقانی پڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ اس سال بھی علماء وفضلاء اور طلبہ کی بڑی تعداد شریک درس رہی، ۱۶ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۲ھ ختم تفسیر قرآن کی تقریب منعقد ہوئی دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی دعوت پر معروف مفسر قرآن حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ نے افتتاحی تقریب سے روح پرور خطاب فرمایا۔ جو افادۂ عام کے پیش نظر ٹیپ ریکارڈر سے نقل کرکے نذر قارئین ہے (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید اور صحبت کی برکتیں میں تو اس قابل نہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں۔ تم سب طلباء ہو۔ آپ نے حقانیہ میں زیادہ یا کم وقت گذارا ہے۔ میرا یہ اپنا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دینی محفل یا عالم باعمل کی مجلس میں ایک لحظہ بھی بیٹھے تو بہت برکتیں حاصل کرے گا ـــــ پھر مستقل طور پر تعلیم حاصل کرنا یا سبق پڑھنا یا زیادہ مدت ٹھہرنا تو بہت بڑی چیز ہے۔ صرف اس ادارہ میں حسن نیت سے قدم رکھے، یہاں کے علماء کی زیارت

کرے یہ بھی ایک عظیم نعمت ہے جس کا نعم البدل اس دنیا میں نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے صحابہ کرام بھی ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس ساٹھ سال تک نصیب ہوئی۔ ایسے بھی ہیں جن کو دس سال تک خدمت اقدس میں حاضری کا موقع ملا۔ جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ایسے بھی ایک منٹ سے کم دربار اقدس میں حاضری کا موقع ملا ہے۔ صرف کلمہ پڑھا اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے بارے میں بھی نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ وہ جنتی ہیں۔

مرکز علم دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم حقانیہ ایک ایسا علمی مرکز ہے کہ اس کی توصیف میں میرے لئے لب کشائی مشکل ہے۔ کیونکہ علم کا مقام خدمات اور اس کی اشاعت اور اس کی عظمت کے بارے میں کچھ کہنا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ الفاظ یا معانی کی تعبیر کے اندر معمولی سی غلطی بھی ہو جائے تو میرا یہ نظریہ ہے کہ میرے لئے باعث نقصان ہے۔

یہ ایک بہت بڑا مقام ہے۔ اور یہ ایک عظیم نعمت ہے۔ اس نعمت کی قدر ان سے پوچھو جو اس سے محروم ہیں۔ اب جو لوگ دنیا سے چلے گئے مثلاً ہمارے اساتذہ کرام جس زمانہ میں ہم دیوبند میں تھے ان میں سے اب کوئی بھی زندہ نہیں۔ اب لوگ تمنا اور آرزو رکھتے ہیں کہ ان حضرات کو دیکھیں۔ اب یہ آرزو ثواب تو ہے لیکن وہ شے (سلف صالحین کی ملاقات و استفادہ) تو ہاتھ سے چلی گئی۔

امام احمد، بایزید بسطامی ابن سینا اور امام رازی کی ملاقات

دارالعلوم دیوبند میں ہم سے یا ہمارے دوستوں سے اگر کوئی پوچھتا یا اب بھی پوچھے کہ آپ نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں، میں نے دیکھا ہے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ امام احمد بن حنبل کے عکس جمیل تھے۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے بایزید بسطامی کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں، میاں اصغر حسین صاحب جن سے میں نے ابوداؤد پڑھی ہے وہ بایزید بسطامی تھے۔ اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے ابن سینا کو دیکھا ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں۔ مولانا ابراہیم بلیاوی بالکل ابن سینا تھے۔ امام رازی کو میں نے دیکھا ہے۔ مولانا رسول خان امام رازی تھے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

پھر اس مرکز سے تقسیم کے بعد جب ہمارا تعلق منقطع ہوا تو ہماری نظر میں صرف اس علاقے میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں صرف شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی تھی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ صاحب نہ میرے استاد تھے اور نہ ان سے میری رشتہ داری تھی۔ لیکن ان کی شخصیت بڑی جاذب نظر تھی۔ اُن کا تقویٰ۔ ان کا عمل اور خلوص حد درجہ زیادہ تھا۔ ان کا تعلق مجھ جیسے گنہگار سے بہت تھا۔ حالانکہ میری کچھ حیثیت ہی نہیں۔ اگر میں قسم بھی کھاؤں کہ مجھ میں کچھ بھی نہیں تو میں حانث نہ ہوں گا۔ میرے ساتھ نہ علم ہے اور نہ عمل۔ ساری زندگی بربادی میں گزر گئی۔ اب ایسے وقت میں ہوں کہ

اللہ تعالیٰ خاتمہ بالایمان کردے۔ ان سے میرا تعلق لوجہ اللہ تھا۔ انہوں نے مجھ پر اتنی شفقت کی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس خصوصی شفقت کا معاملہ ان کا میرے ساتھ ہی خاص تھا۔ اسی شفقت کی وجہ سے حاضر ہوا ہوں ورنہ تقریباً ۹ ماہ سے وجع قلب کے مرض میں مبتلا ہوں۔ اب قدرے افاقہ ہے۔ لیکن ڈاکٹروں نے تحریر یہ تاکید بلاراد سفر سے منع کیا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ہمارے اٹک میں ایسی حالت میں تشریف لایا کرتے تھے کہ چار چار آدمیوں کے سہارے اٹھتے اور چلا کرتے تھے۔ اور میں حقانیہ نہ آؤں تو بڑی بے وفائی ہوگی۔ میری دینی اور روحانی محرومیت ہوگی۔ میں ان کے مزار پر گیا اور فاتحہ پڑھی۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

مولانا عبیداللہ سندھی سے ملاقات اور استفادہ | چونکہ یہ ایک قرآنی محفل ہے اس لئے قرآن کریم کے متعلق چند باتیں عرض کروں گا۔ یہ باتیں میری اپنی نہیں بلکہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی ہیں۔ میں نے ۱۹۳۹ء میں پہلا حج کیا ہے۔ اب تو وہاں کے حالات بدل گئے ہیں۔ اہل مکہ مکرمہ بہت مالدار ہو گئے ہیں اس وقت غربت بہت زیادہ تھی۔ اب تو لوگ حج پر جاتے ہیں اور بعد میں بازار جا کر اشیاء خریدتے ہیں۔ اس وقت ایسے بازار نہیں تھے۔ حجاج کرام، علماء کرام اور صوفیاء کرام کی تلاش میں رہتے کہ مکہ مکرمہ کے اندر اولیاء اللہ ہیں۔ ان کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھیں۔ سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہمارے سارے اکابر کے شیخ الطریقہ اور سید الطائفہ ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ بیت اللہ شریف میں ہر وقت ۳۶۰۔ اولیاء اللہ موجود رہتے ہیں۔ تو میں نے بھی تلاش شروع کی کہ کوئی مل جائے تو حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے بارے میں ہم نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے سنا تھا کہ بہت بڑے انقلابی ہیں۔ جلاوطن ہیں چودہ سال سے مکہ مکرمہ میں ہیں تو ان سے ملاقات ہوئی۔ میں اور چند اور علماء پاک و ہند کے تھے۔ وہ بیت اللہ شریف میں ہمارے پاکستان کے اعتبار سے قبلہ کی طرف بیٹھا کرتے تھے۔ یہ اتنا برآمدہ تھا۔ ان کا چہرہ مسجد کی طرف ہوتا تھا۔ مسجد کی طرف ایک دروازہ تھا جو اب بند ہے۔ وہاں پتھر جڑے ہوئے ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ عصر کی نماز کے بعد یہاں بیٹھا کرتے تھے۔ سر پر پگڑی نہیں ہوتی تھی بلکہ ننگے سر ہوتے تھے۔ صرف بیت اللہ شریف دیکھا کرتے تھے۔ ہم عصر کے بعد ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں بہت جلال تھا۔ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس نہ آیا کرو۔ کس لئے آتے ہو۔ تم مجھے دیکھتے ہو یا بیت کو۔ بیت اللہ کی طرف دیکھو۔ بیت اللہ شریف کو ایک نظر دیکھنے سے بہت ہزار نیکیاں ملتی ہیں۔ اس لئے بیت اللہ کی طرف دیکھو میری طرف کیوں دیکھتے ہو۔ لیکن میں عصر کی نماز کے بعد ان کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔

سفر میں مولانا سندھی کی رفاقت | ایک دن مجھے پتہ چلا کہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ تو ہندوستان گورنمنٹ

نے اجازت دے دی۔ اور واپس ہندوستان جائیں گے۔ پابندی ختم ہو گئی۔ آزادی مل گئی۔ ان کا جلال ختم ہو گیا میں ان کے ساتھ بیٹھتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ وطن کب جائیں گے۔ تو مجھے تاریخ بتائی جو میں نے نوٹ کی ہے اور فرمایا کہ المدینہ جہاز میں جاؤں گا جو سندھیا کمپنی کا جہاز ہے۔ اس میں مسجد بھی ہے۔ ایک منزل بنی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں بھی جاؤں گا۔ فرمایا بہت اچھا۔ میں نے کہا کہ میری ایک عرض ہے۔ میں حضرت مدنی کی وساطت سے ان سے بات چیت کرتا تھا۔ ربط تھا۔ ربط نہ چھوڑو۔ یہ ربط بہت بڑی شے ہے۔ دارالعلوم حقانیہ کو کبھی نہ چھوڑو کہ اکابر علماء دیوبند سے ربط کا قوی ذریعہ ہے۔ اور دیوبند پاکستان ہے۔

تو میں نے عرض کیا کہ میں حجۃ اللہ البالغہ کا کچھ حصہ آپ سے پڑھنا چاہتا ہوں۔ تو فرمایا ٹھیک ہے کتاب خرید لو۔ تو میں نے مکہ مکرمہ سے دو روپے میں حجۃ اللہ البالغہ خریدی۔

ہم دونوں چل پڑے۔ خلاصہ یہ کہ عصر کی نماز کے بعد جہاز کی مسجد میں ہم بیٹھا کرتے تھے۔ سات دن تک ہم جہاز میں تھے۔

حجۃ اللہ البالغہ میرا کیا علم تھا یا میری کیا استعداد تھی ان کی باتوں کو یاد کرنے کی۔ بیان بات یہ ہے کہ انہوں نے مجھے حجۃ اللہ البالغہ میں چند مقامات دکھائے، اور پڑھائے اور دوسری حجۃ اللہ البالغہ جو شاہ محمد اسحاق کی لکھی ہوئی ہے اور مکتبہ حرم میں موجود ہے اس سے موازنہ کرایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ موجودہ مطبوعہ نسخوں میں یتمثل الاعمال بنزول الملائکہ آیا ہے۔ اور شاہ محمد اسحاق نے جو نسخہ لکھا ہے اس میں تمثل الاعمال بنزول الملائکہ آیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ قرآن کریم کا ترجمہ اور فہم قرآن کے لئے میرے لئے راہ نمائی فرمائیں چونکہ بہت خوش تھے وطن واپس آ رہے تھے۔ تو فرمایا۔ دیکھو قرآن کریم کی تلاوت نہ چھوڑنا۔ ایک صفحہ پڑھو۔ لیکن پڑھا کرو روزانہ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا اُتل ما اُوحی الیک من الکتاب۔ نفس تلاوت عبادت ہے۔

فتنوں کا زور آج قرآن شریف کے تفسیر کے ختم کی تقریب میں آخری دو سورتیں آپ نے تلاوت فرمائیں۔ من شر الوسواس الخناس۔ آج کل خناسیت کا زور ہے۔ ایک خناسیت یہ ہے کہ جب معنی کی سمجھ نہیں تو تلاوت کس لئے کرتے ہو۔ مخالفِ دین کا یہ ایک حربہ ہے۔ تلاوت بھی تو عبادت ہے۔ تلاوت کرے گا تو سمجھ آئے گی۔ بغیر تلاوت کے تو سمجھ نہ آئے گی۔

علم اور عمل جو عمل علم کی طرف لے جائے تو وہ علم پکا ہوگا ہر عمل سے علم پیدا ہوتا ہے لیکن ہر علم سے عمل پیدا ہو یہ لازم نہیں۔ مثلاً مجھے کوئی گھڑی دے اور مجھے پتہ نہیں کہ وقت کیسے معلوم کیا جاتا ہے۔ چابی کس طرح دی جاتی ہے ضرور بالضرور مجھے پوچھنا پڑے گا۔ اور اگر مجھ سے یوں ہی کہہ دے کہ گھڑی بھی کوئی شے ہے تو ممکن ہے گھڑی میرے ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

تلاوت قرآن کی اہمیت تو مجھ سے فرمایا کہ سب سے پہلی بات تلاوت کرنا ہوگی۔ ایک صفحہ پڑھو یا دو صفحے پڑھو۔ ویسے سنت یہ ہے کہ مہینہ میں ایک مرتبہ ختم کیا جائے۔

حضرت شیخ الحدیث کی روحانی نسبت علماء بیٹھے ہیں مجھے تو شرم آتی ہے یہ دارالحدیث یہ مسند اور یہ جگہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کی ہے۔ اور اب بھی میرے دماغ میں میرے عقیدہ میں ان کی روحانیت موجود ہے۔ اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ یہ استدلال ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے جس وقت ابراہیم علیہ السلام مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ اسمٰعیل علیہ السلام گھر پہ نہ تھے۔ دو مرتبہ ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ جس وقت اسمٰعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے۔ تو حدیث شریف میں ہے، علماء کرام تشریف فرما ہیں۔ الفاظ میں کمی بیشی ہو سکتی ہے کانہ عاین شیئ۔ اسماعیل علیہ السلام نے محسوس کیا کہ یہاں کوئی آیا تھا حالانکہ ابراہیم علیہ السلام اس وقت تشریف لے گئے تھے۔ اور اسماعیل علیہ السلام نے محسوس کیا۔ انہوں نے روحانی خوشبو سے معلوم کیا کہ کوئی تشریف لایا تھا۔ تو میرا یہ مطلب ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ کی خوشبو اب بھی یہاں موجود ہے۔ اس خوشبو کے ساتھ میں یہ باتیں آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ ایک یہ کہ تلاوت کلام اللہ تھوڑی ہو زیادہ لازم ہے۔ اتل ما اوحی الیک من الکتاب اس کے اندر نور ہے۔ حکم ہے۔ افسوس ہے یہ عمل ہم میں نہیں۔

قرآن کی سمجھ کیسے آئے گی صدرا اور شمس بازغہ پڑھتے ہیں۔ حمداللہ پڑھتے ہیں۔ ہمارے یہ حفاظ اور قاری صاحبان ناراض نہ ہوں۔ اب رمضان میں تو منزلیں ہیں یعنی تلاوت۔ اور شوال میں قرآن بند کر دیا۔ تو پہلے تلاوت کرو۔ ایک صفحہ یا دو صفحے یعنی پہلے نفس تلاوت کرنی ہوگی۔ دوبارہ وہ ایک صفحہ یا دو صفحے دیکھو۔ نفس معنٰی دیکھو۔ سہ بارہ معارف کی طرف آؤ۔ تو قرآن کی سمجھ آجائے گی۔ میری عادت پہلے یہی تھی اب بھی ہے بحمداللہ۔ یہ کچھ کچھ سمجھ ہے یہ سب بزرگوں کی دعائیں ہیں۔ اور آپ کی خدمت میں میری یہ عرض ہے کہ شر و فساد کا دور ہے۔ تم بڑے خوش بخت ہو کہ تم ایک ایسے مقام میں اپنا وقت اور جوانی گذار رہے ہو جو صرف علمی نہیں بلکہ بہت بڑا روحانی مرکز ہے۔ اگر کوئی محسوس کر سکے۔

یہ دارالعلوم علمی اور روحانی مراکز ہیں۔ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ دارالعلوم دیوبند کا چپراسی بھی ولی اللہ ہوتا تھا اساتذہ کا تو کہنا ہی کیا۔ تو حضرت مولانا عبدالحقؒ کی روحانیت آپ حضرات کی طرف متوجہ ہے۔ تم خوش بخت ہو تم نے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا۔ پھر دارالعلوم حقانیہ میں قابل اساتذہ سے ترجمہ پڑھا۔

نور قرآن تو میری پہلی عرض ہے۔ قرآن مجید بالکل نہ چھوڑو۔ تھوڑا پڑھتے ہو یا زیادہ لیکن پڑھو ضرور پھر اس کے اندر تھوڑا سا غور کرو۔ اس کے بعد قدرے تفصیل سے غور کرو۔ اس طرح انشاء اللہ قرآن کا نور حاصل ہوگا۔ تو قرآنی نور کے ساتھ سب کچھ آسان ہو جائے گا۔ صحابہ کرامؓ نے نور قرآن اسی طرح حاصل کیا تھا

اس لئے اگر کوئی تلاوت نہ کرے تو اس میں کیا پتہ چلے گا کہ مثلاً فلاں لفظ یا حرف قرآن کے اندر ہے یا نہیں۔ تلاوت کرے اور غور نہ کرے تو پھر بھی اتنا فائدہ نہیں کچھ فائدہ ہو گا تلاوت کا ہو گا۔

شبلی نعمانی سے غلطی ہو گئی یہاں ایک قصہ آپ حضرات کو سناتا ہوں۔ علامہ شبلی نعمانی جنہوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہے ان کا بہت بڑا احسان ہے اگرچہ اس کے اندر احادیث کے حوالے صحیح نہیں مگر پھر بھی احسان کیا ہے۔ علامہ شبلی حنفی تھا۔

دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز یہ بھی آپ حضرات کی خوش بختی ہے کہ دارالعلوم حقانیہ حنفیت کا مرکز ہے اور مولانا عبدالقیوم حقانی کی [illegible] ع پر علمی اور تاریخی اور جامع کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو مزید ترقی دے۔ بہت اکثر مدارس نے حنفیت ترک کر دی۔ حالاں کہ یہ سارا وطن احناف کا ہے۔

مقلد کی دلیل بھائی ہم تو مقلد ہیں۔ مقلد کی دلیل کیا ہے۔ مسلم الثبوت کے اندر ہے کہ مقلد کی دلیل صرف قول مجتہد ہے۔ مقلد یہ نہیں پوچھے گا کہ یہ کس حدیث کے اندر ہے اور کس آیت میں ہے۔ یہ ایک قابل فکر خطرہ ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے اگر آپ سے کوئی کسی مسئلہ کے متعلق پوچھے تو آپ کہیں کہ شامی میں یا عالمگیری میں ہے یا ہمارے استاد نے یوں فرمایا ہے۔ آگے استاد جانے اور کتاب اللہ۔ استاد جانے اور کتاب الرسولؐ۔ تو علامہ شبلی نعمانی بہت بڑا مؤرخ گذرا ہے سیرت پر چھ جلدوں میں کتاب لکھی ہے بعض جلدیں علامہ شبلی نے لکھی ہیں کچھ جلدیں سید سلیمان ندوی نے لکھی ہیں اور ایک جلد سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھی ہے۔

شبلی نعمانی کا واقعہ علامہ شبلی نے ایک کتاب سیرۃ النعمان لکھی ہے۔ میں تلاوت قرآن پر یہ واقعہ عرض کر رہا ہوں۔ شبلی نعمانی حنفی تھا تو امام حنیفہؒ کی اس کتاب کے اندر ایک باب ہے جس میں قدرے غلطی تھی اب تصحیح اور ترمیم کر دی ہے۔ بات یہ ہے کہ ہر عمل جو ہے وہ ایمان کے بعد شروع ہوتا ہے تو اس پر دلائل کافی صفحات میں لکھے ہیں۔ اور اس آیت سے استدلال کیا ہے من یؤمن باللہ فیعمل صالحاً۔ صاف طور پر لکھا ہے کہ فا تعقیب کے لئے ہے۔ اول ایمان ہو گا پھر عمل صالح۔ چنانچہ بعض مستشرقین نے لکھا ہے۔ ومن یؤمن باللہ و یعمل صالحاً کہ جس کا عمل صالح ہو وہ مومن ہے۔ یہ مستشرقین خناسوں کی تاویل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے تو اسلاف پر اعتماد ہونا چاہئے۔ اگر اعتماد نہ ہو تو انسان خناسیت سے نہیں بچ سکتا۔ تو علامہ شبلی جیسا بین الاقوامی شہرت والا انسان لکھتا ہے کہ ومن یؤمن باللہ فیعمل صالحاً۔ اول ایمان ہو گا۔ عمل صالح بعد میں۔ کیونکہ فا تعقیب کے لئے ہے۔ تو میں نے اس پر ایک مضمون لکھا اخبارات اور کتابوں میں کہ یہ آیت تو قرآن مجید کے اندر ہے ہی نہیں۔ فیعمل نہیں۔ ویعمل ہے۔ لیکن فیعمل نہیں۔ تو شبلی نوازوں سے کافی بحث اور تکرار ہوئی۔

تو میں نے کہا کہ میں نے غلط تو نہیں لکھا ۔ میں نے تو صرف یہ لکھا ہے کہ فیعمل صالحاً قرآن کے اندر نہیں ۔ ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحاً تو ہے لیکن فیعمل صالحاً نہیں ۔ تو یہ غلطی شبلی سے کیوں ہوئی اس لئے کہ شاید قرآن کی تلاوت پہ کم توجہ دی ہو اگر تلاوت پر ان کی بھرپور توجہ ہوتی تو کیوں ایسی غلطی کرتے ۔ تو قرآن کریم کی تلاوت ترک نہ کرو اس کا ترجمہ دیکھو تفسیریں دیکھو ۔

اسلاف پر اعتماد اور اکابر کا اتباع

تو اصل بات اکابر کی اتباع کی ہے اگر اتباع کی تو کامیاب ہو جاؤ گے ورنہ کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا ۔ ہمارے اکابر نے خوب کام کیا دین کا ۔ اور سب کا اعتماد اپنے اسلاف پر تھا ۔

مولانا عبدالحق اور مقام عبدیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ میرے زمانہ دارالعلوم میں دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے ۔ بہت بڑے عالم جامع المنقول والمعقول تھے ان کی نظیر موجودہ دور میں نہیں ملتی ۔ علماء بہت ہیں ، مبلغ ہیں ، مناظر ہیں اور کئی اچھے اوصاف کے مالک ہیں لیکن میری نظر میں جامع المعقول والمنقول اور ساتھ ساتھ تزکیہ باطن اور سب سے بڑا کمال یہ کہ مقام عبدیت بھی ہو تو یہ صرف حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی ذات گرامی تھی ۔ یہ عبدیت بہت بڑا مقام ہے اس سے اونچا کوئی مقام نہیں ۔ عبدیت سے اوپر صرف معبودیت ہے ۔

عروج اور عبدیت

سبحن الذی اسری بعبدہ ۔ فاوحی الی عبدہ الخ مقام عروج کے ساتھ عبد کا لفظ آئے گا عروج میں عبدیت آئے تو یہ کمال ہے اگر عروج میں عبدیت نہیں تو یہ زوال ہے ۔ یہ کمال جب حاصل ہوگا جب اساتذہ اور اکابر پر اعتماد ہو ۔

دارالعلوم حقانیہ ایک فکر اور ایک تحریک

اپنی مادر علمی کے ساتھ نسبت قائم رکھو ۔ دارالعلوم حقانیہ گارے اور اینٹ کا نام نہیں یہ تو دنیادار بھی بنا سکتے ہیں بلکہ دارالعلوم اب ایک فکر اور ایک تحریک ہے ۔ ۵۲ء میں میں حج پر گیا تھا ۔ سعودی عرب کا جو پہلا سفیر تھا عبدالحمید خطیب ، ان کے ساتھ میری دوستی تھی ۔ یہ دنیاداری تھی ۔ بہرحال ۱۹۵۲ء میں میں سرکاری مہمان تھا ۔ مولوی تمیز الدین پاکستان اسمبلی کے سپیکر یہ بھی وہاں اس وقت سرکاری مہمان تھے ۔ مولانا شاہ احمد نورانی کا باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی یہ بھی نجدیوں کا مہمان تھا ۔ ہم سب وہاں اکٹھے تھے ۔ مولوی تمیز الدین بنگالی تھا لیکن علماء دیوبند کا تابعدار تھا ۔ اچھا آدمی تھا ۔ ایک دن مجھے کہنے لگا کہ مولوی صاحب میری یہ خواہش ہے کہ پاکستان میں ایک دارالعلوم دیوبند بن جائے ۔ میں نے کہا بڑی اچھی خواہش ہے ۔ اور آپ کی حکومت بھی چاہتی ہے ۔ ثواب کا کام ہے اور قوم کے لئے ضروری بھی ہے ۔ پھر کچھ اور باتیں کرتے رہے ۔ تو میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب آپ بلڈنگ تیار

کردیں گے۔ کتب خانہ بنا دیں گے۔ ہاسٹل بنا دیں گے۔ لیکن حضرت مولانا محمد قاسمؒ کو کہاں سے لاؤ گے؟ تو کہنے لگے۔ مولانا محمد قاسمؒ کا کیا مطلب؟ میں نے عرض کیا کہ تم کو مغالطہ لگا ہے۔ دارالعلوم دیوبند اینٹ پتھر کا تو نام نہیں وہ تو اساتذہ کا نام ہے۔ اگر وہاں کچھ بھی نہ ہوتا۔ اب تو بہت کچھ بن گیا ہے۔ کچھ بھی نہ ہو لیکن پھر بھی سب کچھ ہے کیونکہ دارالعلوم نام ہے اکابر کا۔ تو یہ حقانیہ اینٹوں کا نام نہیں۔

دارالعلوم کی خدمت پر افتخار میں اس جگہ کا خادم ہوں مجھے اس پر فخر ہے اور میری نجات کا ایک ذریعہ بنے گا انشاء اللہ۔ کہ شروع سے میرا تعلق مولانا عبدالحقؒ سے رہا ہے۔ مجھے وہ وقت یاد ہے۔ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ قدیم دارالعلوم حقانیہ (مسجد شیخ الحدیث) میں شہتوت کے درخت کے نیچے بیٹھ کر طلباء کو سبق پڑھایا کرتے تھے۔

دارالعلوم سے تعلق ہر فتنہ سے حفاظت تو آپ حضرات اپنا تعلق اس مادر علمی کے ساتھ قائم رکھو گے۔ قرآن کے دشمن پیدا ہوں گے۔ وہ قرآن پر حملے کریں گے۔ قرآن تو کتاب ہے کتاب پر حملہ تو نہیں کر سکتے حاملین قرآن پر حملہ کریں گے۔ حملے کی بہت قسمیں ہیں۔ کوئی ظاہری حملہ کرے گا کوئی باطنی حملہ کرے گا۔ سارے حملوں سے اسی میں پناہ ہے۔

شروع اور آخرِ قرآن میں ربط جب تم نے پڑھا ذالک الکتاب لاریب فیہ۔ اور اس کے بعد یؤمنون بالغیب۔ یہ کتاب ان کے لئے ہادی ہے جن کا ایمان بالغیب ہو غیب کسے کہتے ہیں۔ جو انسان کے ذہن میں حاضر ہو اس کو غیب کہتے ہیں۔ اب جب غیب پر ایمان لایا تو عنناس کو موقع ملا کہ کیا تم دیکھ آئے ہو کہ قبر میں حساب کتاب ہے میں نے تو نہیں دیکھا۔ مطلّع نے اطلاع دی ہے تنبیہ دی گئی ہے کہ یومنون بالغیب غیب مانو گے تو ایمان بالغیب ہوگا۔ آخری سورتوں میں کہا گیا کہ اس غیب پر لوگ حملے کریں گے۔ ایمان بالغیب کو ہٹانے کے لئے خنّاسیت استعمال کریں گے۔ لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالیں گے۔ کبھی فقہ کے بارے میں کبھی حدیث کے بارے میں۔ کبھی نفس قرآن کے بارے میں۔ تو عرض ہے کہ قرآن کی تلاوت ہمیشہ کیا کرو۔ اور یہ ترجمہ جو پڑھا ہے یہ بھی دیکھا کرو۔ تشریحات کا مطالعہ کیا کرو۔ اکابر سے تعلق قائم رکھو۔ اور تزکیہ باطن بھی کرو گے۔

قرآن قلب محمدؐ پر نازل ہوا ہے قرآن سمیع اور بصیر کتاب نہیں۔ جبرئیل نے قرآن پڑھ کر آپ کو نہیں سنایا۔ جبرئیل نے لکھا ہوا قرآن آپ کو نہیں دیا۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے۔ وحی لانے کے بعد حضورؐ فرماتے کہ جبرئیل علیہ السلام یہ فرمان لائے ہیں۔
قرآن قلب محمدؐ پر نازل ہوا ہے۔ اب جس شخص کے قلب کا تعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ساتھ ہوگا

وہ قرآن کو سمجھے گا اور عمل بھی کرے گا۔ اگر حضورؐ سے تعلق نہ ہو تو قرآن کا ترجمہ تو سمجھ لے گا لیکن عمل کی قوت اس کے اندر پیدا نہیں ہو گی۔ کیونکہ قرآن نازل ہوا ہے قلب محمدؐ پر۔ اس لئے بعض مفسرین نے آیت لا یمسّہ الّا المطہرون کے ذیل میں لکھا ہے کہ صرف یہ مراد نہیں کہ قرآن کو بے وضو ہاتھ نہ لگایا جائے بلکہ وہ لوگ جن کے عقائد فاسد ہیں۔ مثلاً روافض وغیرہ۔ وہ بھی قرآن کو نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ ان کا باطن پلید ہے۔ اس لئے اپنے قلب کو بھی پاک و صاف رکھنا ہو گا۔

تجربہ کار کی ضرورت اور مولانا عبدالحقؒ کے اعمال

مفید مطالبین میں ہے سل المجرب لا تسئل الحکیم یعنی عقلمند سے نہ پوچھو بلکہ تجربہ کار سے پوچھو۔ میری تو ساری عمر گذر گئی کچھ بھی حاصل نہیں کیا آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنی عمر ضائع نہ کریں۔ اس کی یہی صورت ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کیا کریں۔ اپنے اساتذہ کی عزت کیا کریں۔ میں آپ کی خدمت میں کیا عرض کروں ہم نے ایسے ایسے اساتذہ دیکھے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء تھے۔ علماء کرام کے بڑے بڑے انوارات ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ جیسے انوارات اب نہیں ہیں۔ یہ بھی اپنے اپنے خیالات اور تصور ہیں کیونکہ اس کے بارے میں ہم مکلف نہیں ہیں۔ میرا نظریہ ہے کہ اب بھی مولانا عبدالحق صاحبؒ کے اعمال نشر ہو رہے ہیں۔ احادیث کے اندر آیا ہے علماء تشریف فرما ہیں کہ جس وقت آدمی دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو مال و اولاد رہ جاتے ہیں اور عمل ساتھ قبر میں چلا جاتا ہے۔ عمل پھر قبر کے اندر کیا کرتا ہے کیا یوں ہی بیکار پڑا رہتا ہے۔ عمل پھر پھیلتا ہے ہر اہل اللہ اور عالم باعمل کے مرکز انوار سے اعمال کی خوشبو آتی ہے۔ اعمال کے اثرات ضرور ظاہر ہوتے ہیں پھر ہر ایک کی ہمت اور طاقت ہے۔

حضرت فضل علی شاہ صاحبؒ کا مولانا نانوتویؒ کے مزار پر مراقبہ

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ ہم دارالعلوم دیوبند میں تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ بھی تھے۔ چکوال کے حافظ مولانا غلام حبیب صاحبؒ جو اب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کے شیخ تھے مولانا عبدالمالک صدیقی صاحبؒ۔ ان کے شیخ تھے مولانا فضل علی شاہ صاحبؒ۔ یہ فضل علی شاہ صاحب بہت نیک سادہ اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ میں نے ان کی زیارت کی ہے دیوبند میں۔ فرماتے تھے کہ دیوبندی بہت گستاخ ہیں۔ گرمیوں کا موسم تھا خبر آئی کہ پنجاب کے بہت بڑے پیر صاحب تشریف لائے ہیں۔ اور سیدھے حضرت نانوتویؒ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ جب پنجاب کا نام سنا تو ہم پٹھان اور پنجابی طلباء بھی پہنچ گئے۔ مولانا نانوتویؒ کا مزار کچا ہے۔ فقط سرہانے کی طرف ایک پتھر نصب ہے۔ جس پر ان کا نام لکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ پیر صاحب مولانا نانوتویؒ کی قبر کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہیں۔ پیر صاحب نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ میرے سارے

(باقی ص ۴۹ پر)

از مولانا محمد شہاب الدین ندوی

جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت

راقم کی ایک تحریر "اسلام میں زکوٰۃ کا نظام" ماہنامہ الحق میں شائع ہوتی رہی جس کو علمی اعتبار سے ہندوستان کے ایک دارالعلوم کے مدرس نے غلط ثابت کرنے کی کوشش کی اب راقم سطور پوری طرح شرح و بسط اور علمی دلائل کے ساتھ جواب الجواب اہل علم کی خدمت میں پیش کر رہا ہے تاکہ وہ صحیح محاکمہ کر سکیں (شہاب)

جہاد مکی اور مدنی دور میں اس بحث کے اصل نکات دو ہیں۔ اور بقیہ تمام مسائل ضمنی نوعیت کے ہیں۔

(۱) مصارف زکوٰۃ والی آیت (توبہ ۔ ۶۰) کی رو سے فی سبیل اللہ کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

(۲) اہل علم کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

تو جہاں تک پہلے نکتہ کا تعلق ہے اس سلسلے میں فی سبیل اللہ کا صحیح مفہوم متعین کرنے کے لئے لفظ "جہاد" اور "قتال" کے مفہوم و مصداق سے بھی بحث کرنی پڑے گی۔ اور جہاد کے تاریخی پس منظر کا بھی ایک جائزہ لینا پڑے گا ورنہ غلط فہمیوں سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔ اس اعتبار سے جب واقعاتی طور پر دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ مکی دور میں اسلامی شریعت کی رو سے جہاد (بمعنی قتال) فرض نہیں تھا بلکہ وہ مدنی دور میں جاکر فرض ہوا۔ کیونکہ مکی دور میں مسلمان مغلوب تھے اور وہ تلوار اٹھانے اور اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے قابل نہیں تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر تحریر کرتے ہیں۔

فأول ما شرع الجهاد بعد الهجرة النبوية الى المدينة اتفاقاً[۱] — جہاد متفقہ طور پر ہجرت نبوی کے بعد مدینہ منورہ میں شروع ہوا۔

چنانچہ اب اس تاریخی حقیقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے غور فرمائیں تو نظر آئے گا کہ لفظ جہاد جس طرح مدنی سورتوں میں استعمال کیا گیا ہے بالکل اسی طرح وہ مکی سورتوں میں بھی لایا گیا ہے۔ لہٰذا اگر جہاد کے لازمی معنی "تلوار اٹھانا" یا "جنگ و جدل" کرنا قرار دے دئے جائیں تو تاریخی اعتبار سے یہ ایک خلاف حقیقت دعویٰ ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے مکی دور میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ لہٰذا ایسے موقعوں پر لفظ جہاد کے

---

[۱] فتح الباری ۶/۳۷۔ مطبوعہ دار الافتاء، ریاض

مصطلاحی مفہوم کے بجائے اس کا لغوی مفہوم لینا پڑے گا یعنی " جد وجہد کرنا " یا " کسی چیز کی مدافعت میں اپنی وسعت وطاقت صرف کرنا " اور اس سے مراد " دین کی پُرامن تبلیغ " ہے جو مکی زندگی کی خصوصیت تھی۔

اس اعتبار سے مکی اور مدنی زندگی مسلمانوں کے لئے دو معیار اور دو نمونے ہیں کہ وہ ہر دور میں اپنے احوال وکوائف کے مطابق جو چیز بھی مناسب اور ضروری ہو اس پر عمل سے ناواقفیت کا ثبوت ہوگا جیسا کہ اس سلسلے میں ماہنامہ الفرقان کے مضمون نگار نے ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ موصوف نے راقم سطور کے نقطہ نظر کو غلط ثابت کرنے کے لئے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔

جہاد اور قتال میں فرق لفظ جہاد اور قتال میں بہت بڑا فرق ہے چنانچہ " قتال " کے معنی لڑنے یا جنگ وجدل کرنے کے ہیں۔ اس کے برعکس جہاد کے معنی لازمی طور پر لڑنے یا جنگ کرنے کے نہیں ہیں بلکہ جنگ وجدل کی صرف ایک شکل ہے اور اس کی دوسری شکل " پرامن تبلیغ " یا علمی جد وجہد ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں جہاں پر لوگوں کو صرف جنگ وجدل پر ابھارنا مقصود ہو تو وہاں پر " قتال " کا لفظ لایا جاتا ہے بخلاف جہاد کے چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال	اے نبی اہل ایمان کو جنگ کی ترغیب دو (انفال ۶۵)
وقاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ	اور تم مشرکین سے سب مل کر لڑو جس طرح کہ وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں (توبہ ۳۶)
وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ و یکون الدین کلہ للہ۔ (بقرہ ۱۹۳)	اور تم ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ (کفر و شرک) باقی نہ رہے اور دین پورا اللہ ہی کا ہو جائے۔

نیز مدنی سورتوں میں جہاں پر " جہاد " کا لفظ آیا ہے وہاں پر بھی ہر جگہ " قتال " مراد نہیں ہے۔ ہاں البتہ چند مقامات ایسے ہیں جہاں پر قتال مراد ہو سکتا ہے۔ جیسے :-

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیماً	مسلمانوں میں سے جو لوگ بغیر کسی عذر کے گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے بیٹھنے والوں پر جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑھا دیا ہے (نساء ۹۵)

لیکن پھر بھی یہاں پہ " المجاہدون فی سبیل اللہ " سے مراد لازمی طور پر میدانِ جنگ میں نکلنے والے مراد نہیں ہیں۔ بلکہ اس میں " باموالہم " کے مطابق وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے اس راہ میں صرف "مالی امداد" ہی ہو۔ اسی طرح یہاں پر اہلِ خیر حضرات کو " تغلیباً " مجاہد بول دیا گیا ہے۔

اس وضاحت کے بعد ملاحظہ فرمائیے۔ قرآن حکیم میں " فی سبیل اللہ " کبھی لفظ جہاد کے ساتھ آتا ہے تو کبھی لفظ قتال کے ساتھ۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا قتال کا لفظ لازمی طور پر جنگ و جدل پہ دلالت کرتا ہے اس کے برعکس جہاد کا لفظ آئے تو اس میں لزوم کے بجائے ابہام پیدا ہو جاتا ہے اور اس صورت میں اس کا دوسرا مفہوم و مصداق (یعنی دین کی دعوت و تبلیغ یا علمی و استدلالی جدوجہد بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ معنی لفظ ہے۔ اور اس اسلوب میں بہت بڑی مصلحتِ خداوندی نظر آتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں پہلے لفظ قتال اور اس کے بعد جہاد کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسہم اموالہم بان لہم الجنۃ ط یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون۔ (توبہ ۱۱۱)	اللہ نے یقیناً اہل ایمان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے عوض میں خرید لئے ہیں اس طرح کہ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔ پھر وہ (دوسروں کو) قتل کرتے ہیں اور (خود بھی) قتل کئے جاتے ہیں۔
و قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم و لا تعتدوا۔ (بقرہ ۱۹۰)	اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور اس معاملے میں زیادتی مت کرو۔
و ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ (نساء ۷۵)	اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے۔
فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ و اخری کافرۃ (آل عمران ۱۳)	ایک جماعت اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری کافر ہے۔

اب اس کے مقابلے میں دوسرا لفظ جہاد جو ذرا " ڈھیلے ڈھالے " قسم کے مفہوم پہ دلالت کرتا ہے یعنی اس میں وہ قطعیت نہیں پائی جاتی جو قتال کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔

اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ	کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کو آباد کرنے کو ان لوگوں کے کارناموں کے

وجاھد فی سبیل اللہ (توبہ ۱۹)	کے برابر کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی راہ میں جہاد کیا۔
إن الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ (بقرہ ۲۱۸)	جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے امیدوار ہوں گے۔
انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون ہ (حجرات ۱۵)	سچے مسلمان وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر انہوں نے (کسی بھی معاملے میں) شک نہ کیا۔ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔
یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم (مائدہ ۵۴)	وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور کسی کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔
وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ (مائدہ ۳۵)	(اے ایمان والو) اللہ کا قرب تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو۔
وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ (حج ۷۸)	اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کرو جیسا کہ جدوجہد کرنے کا حق ہے۔

ظاہر ہے کہ ان دونوں اسالیب کے مفہوم و مدعا میں بہت بڑا اور نمایاں فرق ہے لہذا ان دونوں کو ایک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ اوپر کی آیتوں سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ لفظ "جہاد" میں جس طرح "اللہ کی راہ میں لڑنے" کا مفہوم (بطور ایک شرعی اصطلاح) شامل ہے۔ اسی طرح اس میں جہاد کے لئے مالی امداد کرنا دعوت و تبلیغ اور کسی بھی قسم کی "عملی جدوجہد" بھی شامل ہے اور سیاق و سباق (نظم کلام) کو ملحوظ رکھے بغیر اس کا مفہوم متعین کرنا مشکل ہے۔ اور اوپر جو مثالیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے آخری آیت عملی جدوجہد پر دلالت کر رہی ہے۔ جس میں لفظ "جہاد" بھی مذکور ہے اور اس اعتبار سے یہاں پر اس کے لغوی معنی مراد ہیں۔ جیسا کہ اس کے ترجمے سے ظاہر ہو رہا ہے۔

جہاد کے لغوی واصطلاحی معنی | فی سبیل اللہ کے معنی متعین کرنے کے سلسلے میں لفظ جہاد سے کافی مدد ملتی ہے۔ لہذا اس موقعہ پر اس کے لغوی اور شرعی مفہوم پر بحث ضروری معلوم ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ

جہاد اور فی سبیل اللہ دونوں اپنے عمومی مفہوم میں بھی استعمال ہوتے ہیں اور ان کا ایک خاص شرعی مفہوم (یعنی اصطلاح) بھی ہے۔

لفظ جہاد کا مادہ عربی زبان کے قاعدے کے مطابق (ج ھ د) ہے اور یہ دو طرح سے آتا ہے۔

(۱) جَھَدَ کے معنی کوشش کرنا اور اس میں مبالغہ کرتے کے ہیں۔ اور اس کا مصدر "جَھْد" ہے۔ جو مشقت اور غایت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

(۲) اور اس کا دوسرا مصدر "جُھْد" ہے جو وسعت و طاقت کے معنی میں آتا ہے۔ اور لفظ "جہاد" میں یہ دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں ائمہ لغات کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

جَھَدَ الرجل فی کذا: جَدَّ فیہ و بالَغَ۔ یعنی کسی کام میں کوشش کی اور مبالغہ کیا۔

وجَھَدَ دابَّتَہٗ: حمل علیھا فی السیر فوق طاقتھا۔ یعنی سواری پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ رکھ دیا۔

والمصدر: الجَھْد، والضم فیہ لغۃ فیہ

جَھْد: غایت، جُھْد: وسعت و طاقت[۱]

اور "جہاد" کے حسب ذیل معنی قرار دئے گئے ہیں۔

جاھَدَ مجاھدۃً وجھاداً: فھو مجاھد وھم مجاھدون: بذل وسعہ فی المدافعۃ والمبالغۃ۔ یعنی کسی چیز کی مدافعت میں اپنی وسعت و طاقت صرف کرنا۔ اس کا فاعل مجاہد ہے۔ اور اس کی جمع مجاہدین[۲]

جَاھَدَ العدوَّ مجاھدۃً وجھاداً۔ قاتلہ وجاھد فی سبیل اللہ۔ یعنی دشمن سے جہاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے جنگ کی جائے۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا جائے[۳]

اور یہ مذکور دونوں تعریفیں شرعی و اصطلاحی ہیں اور ان میں صرف تعبیر کا فرق ہے۔ مگر اس شرعی تعریف کے مطابق کفار سے جنگ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ صرف فعلی یا بدنی اعتبار ہی سے جنگ کی جائے۔ بلکہ جہاد کے اس مفہوم میں "قولی جہاد" بھی شامل ہے۔ جیسا کہ خود ائمہ لغت ہی نے اس کی تصریح کی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر تحریر کرتے ہیں:۔

الجہاد محاربۃ الکفار، وھو المبالغۃ واستفراغ ما فی الوسع والطاقۃ من قول او فعل: جہاد کفار سے جنگ کرنے کا نام ہے۔ اور وہ اپنے قول یا فعل کے

---

[۱] و [۲] خلاصہ از معجم الفاظ القرآن الکریم، ۱/۲۲۶، مطبوعہ الہیئۃ المصریۃ طبع ثانی ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

[۳] لسان العرب، ابن منظور ۳/۱۳۵ - دار صادر بیروت

ذریعہ اپنی وسعت و طاقت کے خرچ کرنے میں مبالغہ کرنا ہے[1]

یہاں پر دو نکتے قابلِ غور ہیں ۔ ایک یہ کہ جہاد کے لغوی مفہوم میں جہادِ قولی بھی داخل ہے اور دوسرا نکتہ یہ کہ جہادِ قولی جہادِ فعلی پر مقدم ہے ۔ جیسا کہ علامہ موصوف کی اس ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پہلے جہادِ قولی کو آزمانا چاہیئے پھر اس کے بعد جہادِ فعلی کا نمبر آئے گا ۔

اور صاحبِ لسان العرب علامہ ابن منظور نے بھی جہاد کی یہی تعریف کی ہے جو دراصل علامہ ابن اثیر کی نقل معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کے الفاظ تقریباً وہی ہیں ۔

الجہاد محاربۃ الاعداء - وھو المبالغۃ واستفراغ ما فی الوسع والطاقۃ من قول او فعل[2]

اسی بنا پر "معجم الفاظ القرآن الکریم" کے مؤلفین نے جہاد کی لغوی تعریف کرنے کے بعد یہ فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ قرآن مجید میں جہاد کا جو لفظ وارد ہوا ہے تو اکثر مقامات پر اس سے مراد دعوتِ اسلامی کی نشر و اشاعت اور اس کا دفاع ہے ۔

واکثر ما ورد الجہاد فی القرآن ورد مراداً بہ بذل الوسع فی نشر الدعوۃ الاسلامیہ والدفاع عنہا[3]

اور امام راغب اصفہانی کا مقام و رتبہ قرآنیات کے ہر طالب علم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ لغات القرآن پر سند اور امتیازی کی حیثیت رکھتے ہیں تو ذرا دیکھئے وہ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں ۔ چنانچہ موصوف کے نزدیک جہاد کی تین قسمیں ہیں ۔

۱ ۔ ظاہری دشمن سے جہاد کرنا ۔ ۲ ۔ شیطان کے ساتھ جہاد کرنا ۔ ۳ ۔ اور نفس کے ساتھ جہاد کرنا ۔ اور ان تینوں کی مثالیں قرآن میں موجود ہیں ۔

والجہاد والمجاہدۃ استفراغ الوسع فی مدافعۃ العدو والجہاد ثلاثۃ اضرب مجاھدۃ العدو الظاھر ۔ ومجاھدۃ الشیطان ومجاھدۃ النفس ۔

جہاد اور مجاہدہ دشمن کی مدافعت میں وسعت بھر طاقت خرچ کرنا ہے اور جہاد تین قسم کا ہے ۔ ظاہری

---

[1] النہایہ فی غریب الحدیث ، ابن اثیر ۱/۳۱۹
[2] لسان العرب ۳/۱۳۵
[3] معجم الفاظ القرآن الکریم ۱/۲۲۶

دشمن سے جہاد، شیطان سے جہاد اور خود اپنے نفس سے جہاد[1]

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حسب ذیل آیات میں یہ تینوں قسمیں داخل ہیں:۔

وجاهدوا فی اللہ حق جهاده۔

اور تم اللہ (کے دین یا اس کی راہ میں) جدوجہد کرو جیسا کہ جدوجہد کرنے کا حق ہے (حج ۷۸)

وجاهدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل اللہ۔

اور تم اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد (یا جدوجہد کرو) (توبہ ۴۱)

ان الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا باموالهم وانفسهم فی سبیل اللہ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ذریعہ (یا مجاہدہ) کیا (سورہ انفال ۷۲)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

جاهدوا اهواءکم کما تجاهدون اعداءکم

اپنی خواہشات کے ساتھ جہاد کرو جس طرح کہ تم اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو[2]

دیکھئے اول تو موصوف نے جہاد کو "قتال" کی واحد قسم قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان کی تصریح کے مطابق اوپر والی آیات میں یہ تینوں قسمیں داخل ہو سکتی ہیں۔ پھر اس کے بعد آخر میں انہوں نے ایک حدیث کے پیش نظر مزید تشریح کی ہے۔ کہ جہاد صرف ہاتھ (یا تلوار) ہی سے نہیں بلکہ وہ زبان (و قلم) سے بھی ہو سکتا ہے۔

والمجاهدة تکون بالید واللسان۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ جاهدوا الکفار بایدیکم والسنتکم۔

اور مجاہدہ (جہاد) ہاتھ سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم کفار سے اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو[3]

جہاد کی اس محققانہ بحث اور فکر انگیز تشریح سے ان تمام خود ساختہ محققین کے نظریات پر کاری ضرب لگ جاتی ہے۔ جنہوں نے ان تمام وضاحتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ادھر ادھر سے کوئی ایک آدھ فقرہ اچک کر دین و شریعت کے بارے میں بلا وجہ ٹانگ اڑانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ معترض (الفرقان کے مضمون نگار) نے علامہ ابن اثیر کی اس تحقیق کو تو بڑے زور و شور کے ساتھ نقل کیا ہے کہ "فی سبیل اللہ کے الفاظ

---

[1] مفردات القرآن (معجم مفردات الفاظ القرآن) ص ۹۹، دار الفکر بیروت [2] ایضاً [3] ایضاً

بغیر کسی قرینے کے مطلقاً بولے جائیں تو اس سے غالب طور پر جہاد مراد ہوتا ہے " مگر خود موصوف کے نزدیک جہاد سے کیا مراد ہے ؟ اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی ۔ ورنہ اس قدر لغو اور رسوا کن مضمون ہرگز تحریر نہ کرتے ۔

اس اعتبار سے معترض کی پوری تحریر تعارض و تضاد سے بھری ہوئی ہے ۔ اور ان کا ہر دعویٰ دوسرے کے خلاف ہے ۔ وہ لوگوں کے سامنے صرف وہی بات پیش کرنا چاہتے ہیں جو ان کے فاسد نظریات کی تائید کرنے والی ہو ۔ اور جو بات ان کے خلاف پڑ رہی ہو اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے ۔ بلکہ بکمال ہوشیاری اسے چھپانے سے دریغ نہیں کرتے ۔ جو علمی و شرعی اعتبار سے ایک بدترین جرم ہے ۔

جہاد کے لغوی معنی کی بعض مثالیں قرآن و حدیث میں اس موقع پر ضروری ہے کہ خود قرآن اور حدیث میں لفظ جہاد جو عام لغوی (غیر اصطلاحی) معنی میں استعمال کیا گیا ہے ۔ اس کی بھی بعض مثالیں پیش کر دی جائیں ۔ تاکہ اس سلسلے کے تمام شبہات دور ہو جائیں ۔ چنانچہ قرآن حکیم میں اس کی مثالیں اس طرح ملتی ہیں ۔

۱- و وصینا الانسان بوالدیه حسنا ط و ان جاهداك لتشرك بی ما لیس لك به علم فلا تطعهما (عنکبوت - ۸)	اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اس کو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس (کے معبود ہونے) کی کوئی (صحیح) دلیل تیرے پاس نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا ۔

یہ پورا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی کا ہے اور اس آیت میں لفظ "جاھدا" جہاد کے لغوی معنی میں ہے (اور یہ فعل ماضی تثنیہ کا صیغہ ہے)

۲- والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا ۔ (عنکبوت ۶۹)	اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھائیں گے ۔
۳- و من جاهد فانما یجاهد لنفسه ۔ (عنکبوت ۶)	اور جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی (نفع کے) لئے محنت کرتا ہے ۔
۴- وجاهدوا فی الله حق جهاده	اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو ۔ جیسا

کوشش کرنے کا حق ہے ۔ (حج ۷۸)

ان تمام آیات کا ترجمہ بلفظہ مولانا تھانوی کا کیا ہوا ہے - اور حسب ذیل آیات میں جہاد سے مراد دلیل واستدلال کے ذریعہ دین کی تبلیغ و دعوت ہے ۔

۵- فلا تطع الکفرین و جاھدھم به جهاداً کبیراً ہ (فرقان ۵۲)	آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے ۔اور قرآن سے ان کا زور شور سے مقابلہ کیجئے ۔
۶- یا ایها النبی جاهد الکفار والمنفقین و اغلظ علیهم (توبہ ۷۳)	اے نبی کفار سے (بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے ۔

ان دونوں آیات کا ترجمہ بھی مولانا تھانویؒ کا ہے ۔چنانچہ فرقان والی آیت کے مطابق کافروں یا غیر مسلموں میں قرآن حکیم کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے کام کو " جہادِ کبیر " یعنی بہت بڑا جہاد قرار دیا ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کا گویا کہ اصل مقصود یہ ہے کہ غیر مسلموں کو دلیل و استدلال اور قرآن کے ابدی حقائق کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کا قائل کرایا جائے ۔نہ کہ تبلیغ و تلوار کے ذریعہ ۔جو صرف مجبوری کی حالت میں اور دفاعی اور بعض حالات میں اقدامی اعتبار سے روا ہے ۔

جیسا کہ اوپر گذر چکا لفظ جہاد " جَہد " یا " جُہد " سے مشتق ہے جس کے معنی کوشش یا طاقت کے ہیں اور یہ اصل لفظ بھی قرآن مجید میں مذکور ہے ۔

والذین لا یجدون الا جهدهم - (توبہ ۷۹)	اور جن لوگوں کو بجز اپنی محنت و طاقت (کی مزدوری کے) اور کچھ میسر نہیں ۔

اور حدیثوں میں بھی اس کی بعض مثالیں ملتی ہیں ۔

۱- جاء رجل الی النبی صلی اللہ علیه وسلم یستاذنه فی الجهاد فقال احیٌّ والداك ؟ قال نعم - قال ففیهما فجاهد	حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد کی اجازت طلب کرنے کی غرض سے حاضر ہوا - آپ نے پوچھا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں ؟ اس نے کہا ہاں - تو آپ نے فرمایا کہ تب تو تو انہیں میں جہاد کر لے[1] (یعنی ان کی خدمت میں رہ کر)

[1] بخاری کتاب الجہاد ۴/۱۸ ۔مطبوعہ استنبول

دیکھئے اس حدیث میں لفظ جہاد بیک وقت لغوی اور اصطلاحی دونوں معنوں میں کس خوبی کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس حدیث کے مطابق خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بصراحت اشارہ فرما دیا ہے کہ جہاد صرف میدانِ جنگ میں زور آزمائی ہی کا نام نہیں بلکہ وہ میدانِ عمل میں دیگر امور سے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔

۲۔ جنگِ خیبر کا واقعہ ہے کہ ایک صحابی عامر بن اکوعؓ شہید ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ کسی سبب سے ان کے بارے میں گمان کرتے ہیں کہ ان کی نیکیاں بیکار گئیں۔ اس پر سلمہ بن اکوعؓ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش گذار کرتے ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں۔

كذب من قاله، إن له لاجرين، و جمع بين اصبعيه، انه لجاهد مجاهد۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے یہ بات کہی وہ جھوٹا ہے عامر کے لئے تو دوہرا ثواب ہے اور آپ نے دو انگلیاں جمع کر کے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ تو جدوجہد کرنے والا مجاہد ہے [1]

دیکھئے یہاں پر لغوی و اصطلاحی دونوں الفاظ بیک وقت استعمال کر کے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی اصلیت پر سے پردہ اٹھا دیا ہے (اس موقع پر لفظ جاہد جہد کا اسم فاعل اور مجاہد جہاد کا اسم فاعل ہے)

اب خالص لغوی مفہوم کی بھی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:۔

۳۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور حضرت عثمانؓ نیز حضرت علیؓ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ان دونوں کے فضائل بیان کئے۔ مگر چونکہ وہ "خارجی" تھا۔ اس لئے ان دونوں کی تعریف اسے پسند نہیں آئی تو ابن عمر نے پوچھا۔ کہ شاید تجھے ان دونوں کے مناقب اچھے نہیں لگ رہے ہیں۔ اس نے کہا۔ ہاں یہی بات ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

فارغم الله بانفك، انطلق فاجهد علىّ جهدك۔	اللہ تیرا برا کرے، جا اور تیرا مجھ پر جو کچھ بس چلے کر لے (یعنی اپنی کوشش سے تو میرا جو کچھ بگاڑ سکتا ہے بگاڑ لے [2]

(جاری ہے)

---

[1] بخاری کتاب المغازی ۵/۴۳، باب غزوہ خیبر [2] بخاری فضائل اصحاب النبی صلعم ۴/۲۰۸

ایگل
ایک عالمگیر
قلم

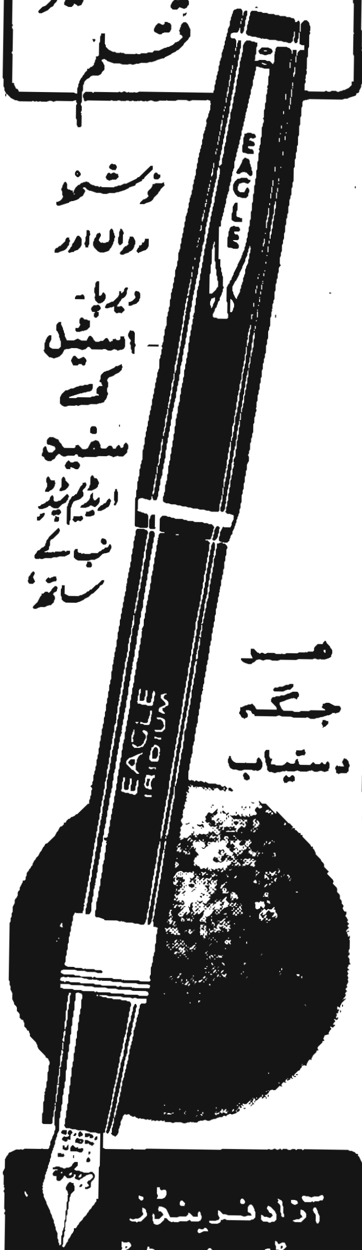

خوشخط
رواں اور
دیرپا
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ

ہر
جگہ
دستیاب

آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب

کنول لان، صنم پاپلین
ہے نظیر پاپلین

گلستان پرنٹس

سنگم لوسکی
مایہ ناز پاپلین

گلنار پاپلین
پرنٹیڈ لان

جمال ۳۰۰۰ پاپلین
جمال ۵۰۰۰ لان

۲×۲ ڈائمنڈ لسٹر
سپر ڈیلکس پاپلین

بادل کارڈ
سوٹنگ

حُسین
کے
پارچہ جات

حُسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین حضرات

مرد و دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حُسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔

FABRICS

خوش پوشی کے پیش رو

حُسین ٹیکسٹائل ملز
حُسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

Servis

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

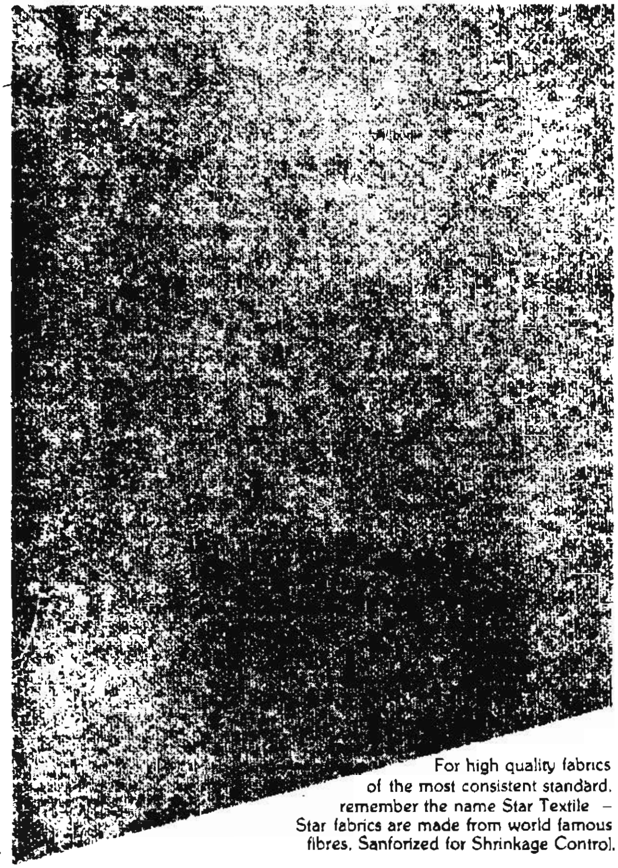

We've Developed Fabrics With Such Lasting Quality And Style That Theres Only One Word For It

Star

For high quality fabrics of the most consistent standard, remember the name Star Textile – Star fabrics are made from world famous fibres, Sanforized for Shrinkage Control.

For the most comfortable and attractive shirting and shalwar qameez suits, look for the colour of your choice in Star's magnificent Shangrilla, Robin, Senator fabrics.

To make sure you get the genuine Star quality, check for the Star name printed on the seivedge along every alternate metre.

... the essence of style and total comfort!

Star Textile Mills Limited Karachi

P.O BOX NO 4400 Karachi 74000

جناب علی ارشد صاحب فیصل آباد

فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا عبد الماجد دریابادی

پچھلے کئی ماہ سے "الحق" کے صفحات میں "مولانا دریابادی" اور "فتنۂ قادیانیت" کے موضوع پر معرکہ بحث برپا ہے۔ قارئین "الحق" کی آراء بھی نقل کی جارہی ہیں۔ میں نے سوچا میں بھی فریقین کا ہاتھ بٹاؤں۔

مولوی حاجی ظفر الملک، لکھنؤ سے "سچ" کے نام سے ایک ہفتہ روزہ نکالتے تھے۔ پرچہ کے مدیر مولانا عبد الماجد دریابادی تھے۔ "سچی باتیں" ادارتی صفحات کا عنوان تھا۔ ۱۹۳۰ء کی فائل سے چند اقتباسات بلا تبصرہ نقل کر رہا ہوں۔

مجنونانہ حرکت | "یہ مہذب شستہ عنوان لاہوری "احمدیوں" یا مرزائیوں کے ترجمان پیغام صلح نے اس خبر کے لئے تجویز کیا ہے کہ مجلس تحفظ ناموس شریعت نے ساردا ایکٹ کے خلاف مجبوراً سول نافرمانی اور قانون شکنی کا مشورہ عام مسلمانوں کو دیا ہے جو فیصلہ آج سارے اسلامی ہند نے متفق آواز سے کیا ہے جس فیصلہ پر لاہور، دہلی، دیوبند و فرنگی محل، بہار و دکن، سارے ہندوستان کے علماء اور قومی رہنما سب متحد ہو چکے ہیں۔ وہ پیغام صلح کی نرم اور شیریں زبان میں "ایک مجنونانہ حرکت" (پرچہ مورخہ ۲۸ شوال صہ ۲ ک ۳) سے زائد نہیں۔

کاش اس "جنون" کے مقابلہ میں اپنی "ہشیاری" کی بھی شرح فرما دی ہوتی۔ اور اس "مجنونانہ حرکت" کے بالمقابل اپنے "دانشمندانہ سکون" کے وقائق و اسرار بیان فرما دیئے گئے ہوتے "جنون" کا اطلاق اس فیصلہ پر شاید اس لئے ہو رہا ہے کہ یہ جمہور مسلمین کا متفقہ فیصلہ ہے۔ اور جمہور مسلمین کا کسی ایک نقطہ پر اتحاد و اتفاق قدرتاً "احمدی" یا "مرزائی" کیمپ میں اضطراب پیدا کر دیتا ہے یا "جنون" کا لقب اسے اس لئے عطا ہو رہا ہے کہ اس میں سرکار ابد قرار سے رشتۂ وفا و ہوا خواہی جوڑنے کے بجائے۔ اس کے ایک قانون سے بغاوت کی تلقین کی گئی ہے اور قانون شکنی کا نام سنتے ہی "احمدیہ بلڈنگس" کے در و دیوار میں زلزلہ سا پڑ جاتا ہے؟ جو لوگ ہمیشہ دشمنوں کی زبان

درازی اور اپنی مظلومیت کے گلے شکوے میں لگے رہتے ہیں۔ خدا معلوم وہ کیوں زبان درازی و تلخ کلامی میں اتنے بیباک ہوجاتے ہیں"

(ہفت روزہ سچ لکھنؤ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء ص ۲ ک ۳)

نام کا اسلام

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے وقت اسلام کی تعلیم کا مغز یہ سمجھا جاتا تھا کہ لوگوں میں علم و ہنر کو ترقی دی جائے اور بنی نوع انسان سے جہالت و گمراہی کو دور کیا جائے حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا تھا کہ علم ایمان سے افضل ہے ..... حضرت نبی کریم یہ چاہتے تھے کہ اچھی چیز منتخب کی جائے اور اسے ترقی دی جائے انہی اصول پر عمل کرکے قدیم زمانہ کے مسلمانوں نے علوم کے مرکز قائم کئے ..... کارڈوا کی لائبریری میں ۴ لاکھ نایاب کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا ..... اسپتال حیوانات کے شفاخانے وغیرہ انہی کوششوں کے نتائج تھے"

(ڈاکٹر گرینز فرانسیسی در پیغام صلح لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء)

یہ ایک فرنچ "نومسلم" کے مراسلہ کا اقتباس ہے جسے لاہوری "احمدی" (مرزائی) جماعت کے ترجمان پیغام صلح نے "ہماری تبلیغی ڈاک" کے زیر عنوان اپنے پہلے صفحہ پر فخر و مسرت کے ساتھ شائع کیا ہے اور اسی قسم کے مراسلات و خطوط اس میں عموماً نکلتے رہتے ہیں۔ یہ ایک نمونہ ہے "احمدی تبلیغ" کا؟ یہ نمونہ ہے۔ "مرزائی" عقائد اسلام کا، جس فقرہ کو اقتباس بالا میں جلی کر دیا گیا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ "حدیث" حدیث کی کس کتاب میں روایت ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل کائنات "احمدیت" کے نقطہ نظر سے بس اتنی رہ جاتی ہے۔ کہ آپ اپنے وقت کے ایک زبردست تعلیمی مصلح تھے اور آپ کا مشن گویا دنیا میں جبری ولازمی تعلیم کا اجرا کر دینا تھا اور بس ....

اگر اسلام کا مقصد واقعی بڑے سے بڑے کتب خانے قائم کرا جانے۔ بڑے بڑے اسپتال کھلوا جانا تھا تو گویا عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اسلام اپنے مقصد میں (معاذ اللہ) تمامتر ناکام رہا لیکن آج ساری دنیا میں اسلام ہی اسلام پھیلا ہوا ہے ....."

(ہفت روزہ سچ لکھنؤ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء ص ۲، ۳)

"کذب آفریں لنترانی" اور "معاندانہ جذبات"

"مجنونانہ حرکت کے بعد یہ ان مہذب و شستہ نوٹوں کے عنوانات ہیں جن میں لاہور کے مرزائی آرگن "پیغام صلح" نے اپنی ۲۳ اپریل کی اشاعت میں سچ کا جواب تحریر فرمایا ہے اور اپنے کسی پہلے نمبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو افسوس ہے کہ مدیر سچ کے پاس ہنوز نہیں پہنچا۔ معاصر موصوف کی شیریں بیانی کا یہ پہلا نمونہ نہیں۔ بجز امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین اور صدر الدین صاحبان

کہ اس جماعت کے مشاہیر ارکان کا سارا لٹریچر ٹھیک اسی زبان میں ہے۔ خصوصاً انگریزی پرچہ لائٹ اور اس سے کسی قدر اتر کر خود پیغام صلح کی تحیپی فائلیں تو جہاں تک علمائے اسلام کا تعلق ہے یقیناً پیغام صلح ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر دعوت انقیاد و اطاعت بھی ہے۔ لیکن جہاں تک اکابر علمائے اسلام کا تعلق ہے بہتر ہو گا کہ اس تعبیر کے لئے کوئی لفظ "مرزائی" لٹریچر ہی سے تلاش کیا جائے۔ معاصر موصوف نے بڑے زور شور سے لکھا ہے کہ جو لوگ گلشن اسلام کی ویرانی سے دلچسپی لے رہے ہیں وہ خدا کی لعنت کے قابل ہیں۔ اور پھر معاً دعویٰ کا یہ ثبوت دیا ہے کہ جمعیۃ العلماء کے اختلافات کا تذکرہ خوب ہی دلچسپی اور شوق سے فرمایا ہے۔ اگر علماء کے موجودہ اختلافات ہی ان کے مردود ہونے کی کافی دلیل ہیں۔ تو لاہوری اور قادیانی اختلافات کی بابت کیا ارشاد ہوتا ہے۔

(ہفت روزہ سچ لکھنؤ ۲ مئی ۱۹۳۰ء ص۲)

ہفت روزہ سچ ۱۳ تا ۲۰ جون ۱۹۳۰ء کے شمارے میں مولوی جمیل احمد تھانوی استاذ مظاہر العلوم سہارنپور کا مضمون "تکفیر و تفریق" کے عنوان سے شائع ہوا۔ مضمون نگار بتلاتے ہیں کہ "افاضل قادیان نے یہ دعویٰ بڑی بلند آہنگی سے کر دیا ہے۔ کہ جو علماء کسی ایسے فرقے کو جو خود کو مسلم کہتا ہو، کافر بتائیں وہ تکفیر نہیں بلکہ تفریق بین المسلمین کر رہے ہیں۔"

مولانا جمیل احمد تھانوی لکھتے ہیں:۔

"کیا لطیف پیرایہ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی تعبیر فرمایا کرتے ہیں کہ علماء کسی کو کافر بناتے نہیں بتاتے ہیں۔ یعنی بناتے تو وہ لوگ ہیں جو عقائد و ایمان میں تغیر پیدا کر دیتے ہیں۔ اور بتا علماء دیتے ہیں۔"

آگے لکھتے ہیں کہ:۔

"نتیجہ یہ کہ "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹتا ہے" کافر بناتے تو ہیں قادیانی اور بعض اہل تشیع، دہری اور نیچری وغیرہ وغیرہ اور علماء صرف اس دھوکہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ تو ان پر الزام یہ ہے کہ یہی مسلمانوں کو کافر بنا کر سواد اسلام اور امت محمدیہ میں کمی کر رہے ہیں۔"

مضمون کے اختتام پر مدیر "سچ" نے مندرجہ ذیل نوٹ لکھا:۔

"جماعت علماء پر ایک عام اعتراض ہے کہ وہ بعض فرقوں اور بعض افراد کی تکفیر کر کے تفریق امت و انتشار ملت کا سبب بن رہے ہیں۔ مضمون بالا، علماء کی طرف سے اس عام اعتراض کا جواب ہے۔ یہاں اسے صرف اس حیثیت سے درج کیا گیا ہے کہ اس میں علماء کے نقطۂ نظر کی وضاحت سنجیدگی کے ساتھ کر دی گئی ہے۔ نہ اس لئے کہ سچ کو اس کے ہر جزئیہ سے اتفاق ہے۔"

(ہفت روزہ سچ لکھنؤ ۲۰ جون ۱۹۳۰ء ص۹)

پاکستان کی اقتصادی ترقی میں
قدم بہ قدم شریک

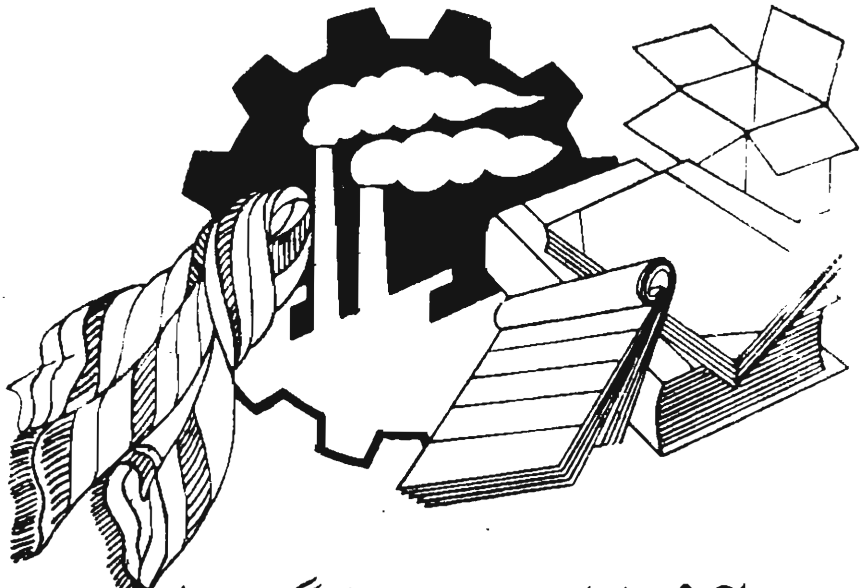

آدمجی کے کاغذ۔ بورڈ اور بلیچنگ پاؤڈر

adamjee

آدمجی پیپر اینڈ بورڈ ملز لمیٹڈ

آدمجی ہاؤس۔ پی۔ او بکس ۴۳۳۲ ۔ آئی۔ آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

NATIONAL 45 H

مولانا سید محمد میاں

مالی نظام کے اسلامی اصول
اور
بنیادی نظریئے (مبادیات)

قرآن پاک اور سیرت مقدسہ کا مطالعہ کرنے والا حیران رہ جاتا ہے، جب وہ دیکھتا ہے کہ وہ سورتیں یا آیتیں جو نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئیں، جن سے دعوتِ اسلام کا آغاز ہوا، ان میں جسطرح توحید، خدا پرستی اور نماز کی ہدایت و تلقین کی گئی ہے اور شرک سے نفرت دلائی گئی ہے، اسی طرح قوت و شدت کے ساتھ ان میں دولت صرف کرنے کا حکم ہے، طغیان انگیز سرمایہ داری اور بحران پیدا کرنے والی دولتمندی سے نفرت دلائی گئی ہے اور ایسے صَرف و خرچ سے ممانعت کیگئی ہے، جس کا مقصد استحصال ہو، مثلاً

(۱) سورۂ مزمل نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ اس کا پہلا حصہ پہلے سال نازل ہوا (جس میں شب بیداری کی تلقین اور فرعونیت سے (جس کے تحت میں ملوکیت بھی آجاتی ہے) مقابلہ کرنے کی ہدایت ہے)

دوسرا حصہ ایک سال بعد نازل ہوا، جو ان احکام پر ختم ہوتا ہے:

نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دیتے رہو۔ (سورہ مزمل کی آخری آیت)

اس آیت میں خدا پرستی کے متعلق صرف ایک حکم ہے: نماز قائم کرو۔ لیکن دولت سے متعلق دو: زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دیتے رہو (سورہ ۷۳، آیت ۲۰)

(۲)۔ اس سے پہلے سورہ علق (اقراء) نازل ہوئی تھی، جس کی ابتدائی آیتوں سے "وحی" کا آغاز ہوا ہے اور یہی لمحہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا ہوا تھا۔ اس سورت کا دوسرا حصہ کچھ عرصہ بعد نازل ہوا۔ دوسرے حصے کا پہلا فقرہ یہ ہے:

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى (الآیہ) سچ مچ یہ حقیقت ہے کہ انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے،

(حد سے نکل جاتا ہے) اس پر کہ دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی (صاحب دولت) ہو گیا ہے۔ (سورۃ ۹۶ آیات ۶،۷،۸)

(۳) سُوْرَۃُ مُدَّثِّر سب سے پہلی سورت ہے جس میں آپ کو دعوت و تبلیغ کی ہدایت کی گئی ہے اس کے پہلے فقرہ میں جس طرح یہ حکم ہے۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔

اسی طرح یہ حکم ہے۔ ولا تمنن تستکثر کسی پر اس غرض سے احسان نہ کرو کہ اس سے زیادہ حاصل کرنا مقصود ہو (کسی کو اس غرض سے نہ دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو) بیان القرآن) (۶۳:۷۴)

سورہ مزمل کی وہ آیت جس کا ترجمہ (۱) میں پیش کیا گیا، اس میں دولت کے متعلق کے متعلق دو لفظ ہیں۔

زکوٰۃ اور قرض زکوٰۃ ایک مخصوص مقدار ہے جو عموماً سرمایہ کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی ختم سال پر لازم ہوتی ہے، جب سرمایہ کی ایک خاص مقدار مثلاً چوّن (۵۴) تولہ چاندی کسی مسلمان کے پاس اس کی ضروریات سے فاضل سال بھر رہی ہو تب اس پر فرض ہوتا ہے کہ اس کا چالیسواں حصہ (تقریباً ایک تولہ ساڑھے تین ماشہ) ادا کرے۔

(۴) مکی سورتوں میں سُوْرَہ بلد بھی ہے، اس کی چند آیتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

کیا (انسان) خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں۔ کیا نہیں دیں ہم نے اس کو دو آنکھیں کیا نہیں دی ہم نے اس کو زبان۔ کیا نہیں دیئے ہم نے اس کو دو ہونٹ جن کے ذریعہ گفتگو اور تقریر و خطابت کا وہ شرف اس کو حاصل ہے جو کسی مخلوق کو حاصل نہیں ہے) اور کیا نہیں بتا دیئے ہم نے اس کو (خیر و شر کامیابی و ناکامی کے) دونوں راستے۔ پس اس نے گھاٹی کا دشوار گزار راستہ کیوں نہیں طے کیا۔ آپ کو معلوم ہے گھاٹی کیا ہے؟ جس سے گزرنا مشکل ہوتا ہے گھاٹی یہ ہے) کوئی گردن چھڑانا (غلام خرید کر آزاد کرنا یا مقروض کا قرض ادا کر دینا) یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی مٹی میں ملنے والے (فرش زمین پر بسر کرنے والے) ضرورت مند کو۔ سورہ ۹۰ آیات ۸ تا ۱۶)

یعنی صرف اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دیکھنے والا اور بولنے والا بنایا ہے، اس پر لازم ہے کہ اس انعام کے شکر میں وہ ہر ضرورت مند کی امداد کرے، وہ اس کا عزیز قریب ہو یا اجنبی

(۵) سورہ الھمزہ بھی مکہ معظمہ کے اسی دور میں نازل ہوئی۔ یہ پوری سورت سرمایہ داری کے خلاف اس شدت سے گرج رہی ہے کہ انقلاب پسندوں کے تمام لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔

تباہی اور بربادی ہے ہر اس شخص کے لئے جو (اپنی دولت اور سرمایہ کے زعم میں دوسروں کو) طعنہ دیتا ہے، ان میں عیب نکالتا ہے، جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا ہے، خیال کر رہا ہے کہ

اس کا مال سدا رہے گا اس کے پاس، ہرگز نہیں یقین رکھو ایسی آگ میں ڈالا جائیگا کہ اس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے۔ آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے، وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگائی گئی ہے جو دلوں تک پہنچے گی اور ان پر بند کردی جائیگی لمبے لمبے ستونوں میں

(سورہ الہمزہ، ۱ تا ۱۰)

سورہ مزمل کی آیت جس کا ترجمہ (۱) میں پیش کیا گیا ہے، اس میں دولت خرچ کرنے کے متعلق دو لفظ ہیں : زکوٰۃ ۔ قرض ۔

زکوٰۃ ایک مخصوص مقدار ہے جسکی ادائیگی ختم سال پر عائد ہوتی ہے جب سرمایہ کی ایک خاص مقدار مثلاً ۵۲ تولے چاندی جو ضروریات سے فاضل ہو کسی مسلمان کے پاس سال بھر رہی ہو تو اس پر فرض ہوگا کہ اس چاندی کا چالیسواں حصہ (تقریباً ایک تولہ ساڑھے تین ماشہ) اس ضرورت مند کو ادا کرے جو مصرف زکوٰۃ ہونے کی شرطیں پوری کرتا ہو یعنی خود صاحب نصاب نہ ہو، ایسا رشتہ دار نہ ہو جس کا نفقہ لازم ہوتا ہے، غیر مسلم نہ ہو، سید نہ ہو وغیرہ وغیرہ

مگر یہ تفصیل تقریباً ۱۵ سال بعد بتائی گئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ آچکے تھے اور یہاں بھی دو سال تک جب تک یہ تفصیل نہیں بتائی گئی تھی، اس وقت تک زکوٰۃ اور قرض میں صرف اتنا ہی فرق ہو سکتا تھا کہ زکوٰۃ میں یہ ضروری تھا کہ کسی ضرورت مند کو بلا معاوضہ (بطور ہبہ) کے مالک بنایا جائے اور قرض میں یہ شرط نہیں تھی۔

مثلاً آزاد کرنے کے لئے غلام خریدا گیا تو اس کی قیمت میں زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جا سکتی تھی، کیونکہ یہاں اگرچہ تملیک ہوتی تھی کہ بائع کو رقم کا مالک بنا دیا جاتا تھا، مگر یہ تملیک بلامعاوضہ نہیں ہوتی تھی یا مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں ایک کنواں (جو ایک یہودی کی ذاتی جائداد میں تھا) خرید کر وقف کردیا۔ تو اگرچہ اس سے مسلمانوں کی ایک بنیادی ضرورت پوری ہوگئی کہ یہودی بغیر معاوضہ لئے پانی بھرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا اور اب یہ کنواں وقف عام ہوگیا، تو ہر شخص کو بلا روک ٹوک اور بلا معاوضہ جتنی ضرورت ہوتی، پانی لینے کی عام اجازت ہوگئی تھی مگر چونکہ کسی مسلمان کو اس کا مالک بنانا مقصود نہیں تھا لہذا اس میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جا سکتی تھی، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کے علاوہ اپنے پاس سے رقم خرچ کی جو قرض بنام خدا ہوئی

پس نزول آیت کے وقت کا لحاظ کرتے ہوئے آیت کا مفاد وہ ہوا، جو قرآن شریف میں

دوسرے موقع پر ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:

یسئلونک، تا العفو (سورۂ بقرہ، آیت ۲۱۸)

"آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں، آپ فرما دیں، جو کچھ فاضل ہو وہ خرچ کر دو"

پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں، جو افزود ہو۔ (شاہ عبدالقادر صاحب)

سورہ بقرکی یہ آیت اگرچہ بعد میں نازل ہوئی، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مکی زندگی کی کھلی ہوئی شہادت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں برابر عمل وہی رہا ہے جو مفہوم آیت ہے، بعض حضرات مفسرین کی رائے یہ ہے کہ سورۂ مزمل کی یہ آیت جس میں اداء زکوٰۃ کا حکم ہے، مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی، مگر یہ غیر ضروری تکلف ہے۔ تحقیق یہی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بموجب یہ آیت مکہ معظمہ ہی میں نازل ہوئی۔ مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ کے متعلق مذکورہ بالا تفصیل بتائی گئی (فیض الباری)

پوری سورت کا سلسلہ کلام (سباق) بھی یہی واضح کرتا ہے کیونکہ سورت کی پہلی آیتوں میں جو شب بیداری کا حکم دیا گیا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کرام نے (جو اس وقت شرف رفاقت حاصل کر چکے تھے) اس حکم پر اس طرح عمل کیا کہ کم از کم ایک تہائی، ورنہ نصف شب یا دو تہائی رات یاد خدا میں کھڑے ہو کر گزاری جس سے پیروں پر ورم آ گیا اور سال بھر یہ مجاہدہ کرتے رہے، تب اس سورت کا دوسرا حصہ نازل ہوا جس میں قیام شب کے حکم میں تخفیف کی گئی اور حکم ہوا کہ سہولت کے بموجب قرآن پڑھو اور تخفیف کی وجہ ایسے انداز سے بیان کی گئی کہ مستقبل کا پورا نقشہ سامنے آ گیا۔ بیماری کے عوارض بھی پیش آئیں گے ـــــ قومی، ملی اور معاشرتی ضرورتوں کے لئے سفر بھی کرنے ہونگے راہ خدا میں جہاد بھی کرنا ہوگا۔ اسی آیت کا آخری حصہ یہ ہے کہ جس میں نماز اداء زکوٰۃ اور قرض فی سبیل اللہ کا ذکر ہے۔

پس جسطرح اس توجیہہ میں ایک خانہ قتال اور جہاد کا ہے جسکی تفصیل دس بارہ سال بعد سامنے آئی، ایسے ہی زکوٰۃ کا خانہ بھی ہے جس کا تصور اب دلایا گیا اور تفصیلات بعد میں نازل ہوئیں، لہٰذا یہ بات کہ اس وقت یہ آیت نازل نہیں ہوئی چودہ پندرہ سال بعد مدینہ میں نازل ہوئی تکلف بارد ہے، اتفاق ہے یہ پورا رکوع ایک آیت ہے، اس لئے بھی یہ تجزیہ مناسب نہیں ہے کہ کچھ کو مکی مانا جائے اور کچھ کو مدنی (واللہ اعلم بالصواب)

(۶) اسی دور کا واقعہ ہے جسکی شہادت سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دیا کرتے تھے کہ ایک روز حرم کعبہ میں گئے، تو دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما ہیں۔ ان کو

آتے دیکھا، تو فرمایا۔ ھم الاخسرون ورب الکعبۃ یوم القیامہ
رب کعبہ کی قسم قیامت کے روز یہی لوگ سب سے زیادہ خسارہ میں رہیں گے "

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے یہ ارشاد سنا تو لرز گیا۔ مجھے خوف ہوا کہ شاید میرے بارے میں کچھ نازل ہوا۔ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان، کن کے متعلق یہ ارشاد ہو رہا ہے فرمایا، وہی جن کے پاس دولت زیادہ ہے پھر ہاتھ پھیلا کر دائیں بائیں ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ اس خسارے سے صرف وہ مستثنیٰ ہو سکتے ہیں جو اس طرح (دونوں ہاتھ بڑھا کر) اپنے سامنے دیتے ہیں دائیں دیتے رہیں، بائیں دیتے رہیں (ترمذی شریف)

(۷) سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمیں صدقہ (کسی ضرورت میں چندہ کے لئے) فرمایا کرتے تو ہم بازار میں جا کر بوجھ ڈھوتے (بوجھ اٹھانے کی مزدوری کرتے تھے) اور ایک "مد" (تقریباً سیر بھر غلہ یا کھجور) حاصل کر لیتے تھے (اور لا کر پیش کر دیا کرتے)
(بخاری شریف صفحہ ۱۹۱)

اگرچہ یہ عمل مدینہ میں ہوا کرتا تھا مگر اس سے مکہ معظمہ کی زندگی اور وہاں کے طرز تعاون پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کی آیتیں سابقین اولین کی ثنا خواں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ بعد کے حضرات اگرچہ احد کے برابر بھی خرچ کر دیں، تو ان سابقین کے ایک "مد" کے مساوی نہیں ہو سکتا۔

عبادت اور پوجا کے دو سلسلے ہیں، ایک وہ جس کی بنیاد توحید ہے، دوسرا وہ جس کی بنیاد شرک ہے اسلام توحید کا حامی داعی اور معلم ہے اور جن عبادتوں کی وہ تعلیم دیتا ہے ان سب کی بنیاد توحید پر رکھتا ہے۔

اسی طرح مالی نظام کے دو سلسلے ہیں، ایک وہ جسکی بنیاد داد و دہش، جود و عطا اور انفاق (یعنی اپنے سرمایہ کو خرچ کرنے) پر ہے، دوسرا وہ جسکی بنیاد اخذ و ستد، وصول کرنے، دولت سمیٹنے، استحصال اور زیادہ ستانی پر ہے۔

اسلام جسطرح توحید کا حامی، داعی اور مبلغ ہے، اسی طرح وہ اس مالی نظام کا حامی ہے، جسکی بنیاد، داد و دہش، استغنار، سیر چشمی اور فائدہ رسانی پر ہو۔

وہ مالی نظام کے مذکورہ بالا دوسرے سلسلہ کا اتنا ہی مخالف ہے اور اسی طرح اس کی جڑیں اکھاڑتا ہے جیسے وہ شرک، کفر، الحاد اور بے دینی کا مخالف ہے اور ان کے مقابلہ کے لئے اپنے تمام ذرائع

صرف کرتا ہے۔

نبوت کے ابتدائی دور میں جب تفصیلی احکام کی تلقین نہیں ہو رہی تھی۔ ان کے صرف اشارات دیئے جا رہے تھے۔ ان دونوں بنیادوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورہ روم میں اسلام کی پالیسی کا اظہار جن الفاظ میں کر دیا تھا، ان کا ترجمہ یہ ہے

"ادا کر قرابت دار کو اس کا حق اور مسکین کو اور مسافر کو (ملکی یا غیر ملکی کوئی تفریق نہیں ہے) یہ بہتر ہے ان کے لئے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں، ایسے ہی لوگ ہیں فلاح پانے والے (کامیاب) اور وہ جو تم سود دو تاکہ لوگوں کے مال میں بڑھوتی (اضافہ) ہو وہ اللہ کے یہاں نہیں بڑھتا (البتہ) جو زکوٰۃ ادا کرو، جس سے اللہ کی رضا مقصود ہو تو یہ (زکوٰۃ ادا کرنے والے) ہی ہیں وہ اضافہ کرنے والے (بڑھانے والے)

(سورہ روم ع۳، آیت ۳۸، ۳۹)

مدینہ طیبہ میں جب تفصیلات بتائی گئیں تو ان دونوں سلسلوں کا مقابلہ نمایاں کر دیا گیا اور ہر ایک کی تاثیر کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا۔ ایک سلسلہ یہ ہے :۔

(۱) جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات اور دن پوشیدہ طور پر اور کھلے طور پر تو یقیناً ان کے پروردگار کے یہاں ان کا اجر ہے نہ ان کو (عذاب) کا ڈر ہوگا اور نہ (نامرادی کی) غمگینی

(سورہ بقرہ آیت ۲۷۳، رکوع ۳۹)

(۲) جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے کام بھی اچھے ہیں، نیز تمام آداب کا لحاظ کرتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو بلاشبہ ان کے پروردگار کی بارگاہ میں ان کا اجر ہے اور نہ ان کو کسی طرح کا ڈر ہو سکتا ہے، نہ کسی طرح کی غمگینی (سورہ بقرہ آیت ۲۷۶، ع ۳۹)

(۳) سورہ روم کی مذکورہ بالا آیت میں جو فرمایا گیا تھا کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہی اضافہ کرنیوالے ہیں تو اس اضافہ اور بڑھوتی کی شکل بھی بیان کر دیگئی کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے بیج کا دانہ بویا گیا تو صرف ایک دانہ تھا، پھر ایک دانہ سے سات بالیں پیدا ہو گئیں اور ہر دانہ میں ۱۰۰ دانے نکل آئے اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس کے لئے بھی دو گنا کر دیتا ہے۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۶، ع ۳۵)

دوسرا سلسلہ یہ ہے :۔

(۱) جو لوگ کھاتے ہیں سود تو نہ اٹھیں گے، مگر جسطرح اٹھتا ہے وہ جس کے حواس کھو دیئے

جن نے لپٹ کر۔ (سورہ بقرہ ع ۳۹) (یعنی جیسے کوئی آسیب زدہ ہو یا مرگی کا مرگی)

(۲) اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو رہ گیا سود (جو حرمتِ سود سے پہلے لازم ہو چکا تھا) اگر تم فی الحقیقت خدا پر ایمان رکھتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر اس باغیانہ روش سے توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ اپنی اصل رقم لے لو اور سُود چھوڑ دو، نہ کسی پر ظلم کرو اور نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے اور اگر مقروض تنگدست ہے تو چاہیئے کہ اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے۔ (سورۂ بقرہ ع ۳۸، آیت ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰)

فیصلہ (ڈگری) دارالاسلام وہی ہے جہاں اسلام کا قانون رائج ہو، ایسی مملکت، کوئی عدالت سود کی ڈگری نہیں دے سکتی۔ اگر دارالاسلام میں کسی نے سود لے لیا اور سود دینے والے نے عدالت میں دعویٰ دائر کیا تو اسلامی عدالت سود کی رقم واپس کرا دیگی۔

امام ابوحنیفہؒ کا مسلک دارالاسلام کا کوئی مسلمان کسی غیر اسلامی مملکت میں پہنچا، وہاں اس نے وہاں کے رہنے والے کسی غیر مسلم سے سود لے لیا تو اسلام جس اخلاق کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ اس کے لحاظ سے یہ بھی غیر مناسب ہے تاہم قانونی بات یہ ہے کہ اگر وہ غیر مسلم دارالاسلام میں آ کر اس سُود لینے والے مسلمان پر دعویٰ کرے تو اسلامی عدالت اس کو سُود واپس کر دینے کا فیصلہ نہیں کریگی کیونکہ وہ ایسی مملکت کا معاملہ ہے جو اس کے دائرہ اقتدار سے خارج ہے جہاں اسلامی قانون رائج نہیں ہے۔

آج پوری دُنیا سودی نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور بلنک سسٹم پر ناز کر رہی ہے، مگر کیا دُنیا کی تمام طاقتیں خصوصاً بڑی طاقتیں خود غرضی، سنگ دلی اور حرص و طمع کے آسیب میں مبتلا نہیں ہیں اور کیا خوف و ہراس، بے اطمینانی اور بے اعتمادی کی وبا، تمام دنیا میں پھیلی ہوئی نہیں ہے خود غرضی اور سنگ دلی کا جواز پیدا کرتی ہے اور جب سود ملتا ہے تو ان خصلتوں میں اور اضافہ ہو جاتا ہے اور جب یہ خصلتیں قوم کا مزاج بن جاتی ہیں تو وہ بحران رو نما ہوتا ہے جو آج دنیا پر طاری ہے کہ زیادہ سے زیادہ مہلک آلات ایجاد ہو رہے ہیں جو بڑی سے بڑی قوموں کو بدحواس کئے ہوئے ہیں۔ انتہا یہ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک بھی یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ آتش فشاں پر بیٹھا ہوا ہے۔

نوعِ انسانی کے لئے اس سے زیادہ آسیب کیا ہو سکتا ہے اور کیا اس مشاہدہ کے بعد بھی ارشادِ ربانی کی تصدیق کے لئے کسی اور مشاہدہ کی ضرورت ہے؟ ☆ ☆ ☆

UF

UNIFOAM

جہاں آرام کا نام آیا - آپ نے یونی فوم کو پایا

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone 66754-66933-66833

UNITED OAM INDUSTRIES LTD

LAHORE—PAKISTAN
Tel: 431341, 431551

اظہار حق اور ایفائے عہد

سلیمان بن عبدالملک اور ابو حازم تابعی کے درمیان دلچسپ اور نصیحت آموز مکالمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الامام الکبیر ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام الدارمی المتوفی ۲۵۵ھ نے اپنی کتاب "سنن الدارمی" (جس کا رتبہ سادس کتب ستہ المعتبرہ کا ہے) میں بنو امیہ کے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی اپنے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ حاضری اور جلیل القدر تابعی ابو حازمؒ سے ایک مکالمہ نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ضحاک بن موسٰی نے بیان کیا کہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ طیبہ آئے اور ارادہ مکہ مکرمہ جانے کا تھا، مدینہ منورہ میں چند روز قیام کیا، اس دوران میں لوگوں سے پوچھا کہ کیا مدینہ طیبہ میں کوئی ایسا شخص موجود ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو دیکھا ہو؟ بتایا گیا کہ ہاں ایک صاحب ابو حازمؒ نامی موجود ہیں۔ پس سلیمان نے ابو حازمؒ کو بلا بھیجا۔ جب آپ تشریف لائے تو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اور جلیل القدر تابعی ابو حازمؒ کے درمیان درج ذیل مکالمہ ہوا:۔

سلیمان:۔ ابو حازمؒ یہ بے وفائی کیسی؟

ابو حازمؒ:۔ امیر المؤمنین آپ نے مجھ میں کیا بے وفائی دیکھی؟

سلیمان:۔ مدینہ کی اہم شخصیات مجھ سے ملنے آئیں لیکن آپ تشریف نہ لائے۔

ابو حازمؒ:۔ امیر المؤمنین! آپ کے خلافِ واقعہ بات کہنے سے میں آپ کے لیے اللہ کی پناہ لیتا ہوں، آپ آج سے پہلے نہ مجھ کو جانتے تھے اور نہ میں کبھی آپ کو دیکھا تھا۔

سلیمان:۔ (محمد شہاب زہریؒ کی طرف متوجہ ہو کر) شیخ نے درست فرمایا اور غلطی مجھ سے ہوئی۔ اے ابو حازمؒ! یہ کیا بات ہے کہ ہم موت سے گھبراتے ہیں اور اس کو ناپسند کرتے ہیں؟

ابو حازمؒ:۔ اس وجہ سے کہ تم نے آخرت کو برباد و ویران اور دنیا کو آباد کیا پس آبادی سے ویرانے کی طرف منتقل ہونے سے گھبراتے ہو۔

سلیمان:۔ آپ ٹھیک کہتے ہیں، اب یہ بتائیے کہ کل خدا کی بارگاہ میں پیشی کیسے ہو گی؟

ابو حازمؒ:۔ فرمانبردار کو تو ایسا محسوس ہو گا جیسے کوئی سفر سے واپس ہو کر اپنے گھر جائے اور بدکار کا یہ حال ہو گا

جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام اپنے آقا کے سامنے پیش کیا جائے۔

سلیمان:۔ (روتے ہوئے) کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ خدا تعالیٰ کے ہاں ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہو گا؟

ابو حازمؒ:۔ آپ اپنے اعمال کو کتاب اللہ پر پیش کر کے دیکھ لیجئے۔

سلیمان:۔ کتاب اللہ میں وہ کونسا مقام ہے جس پر اپنے اعمال پیش کر کے دیکھوں؟

ابو حازمؒ:۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ۔

سلیمان:۔ اے ابو حازمؒ! اللہ کی رحمت کہاں ہے؟

ابو حازمؒ:۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (بے شک اللہ کی رحمت نیکوکاروں سے قریب ہوگی)

سلیمان:۔ اے ابو حازمؒ! اللہ کے ہاں سب سے زیادہ معزز کون ہے؟

ابو حازمؒ:۔ اہلِ مروّت اور اہلِ عقل۔

سلیمان:۔ سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

ابو حازمؒ:۔ فرائض کا ادا کرنا اور حرام سے بچنا۔

سلیمان:۔ کون سی دعا سب سے زیادہ مقبول ہوتی ہے؟

ابو حازمؒ:۔ احسان مند کی دُعا احسان کرنے والے کے حق میں۔

سلیمان:۔ صدقہ کون سا افضل ہے؟

ابو حازمؒ:۔ وہ صدقہ جو پریشان حال سائل کو دیا جائے اور غریب آدمی کی محنت کی کمائی کا ہو اس طرح کہ اس کے بعد سائل پر نہ احسان جتایا جائے اور نہ ہی اس کو ایذاء دی جائے۔

سلیمان:۔ سب سے زیادہ انصاف کی بات کون سی ہوتی ہے؟

ابو حازمؒ:۔ جس شخص سے خوف یا لالچ ہو اس کے سامنے سچی بات کہنا۔

سلیمان:۔ سب سے عقلمند کون سا مسلمان ہے؟

ابو حازمؒ:۔ جو اطاعتِ خداوندی بجا لاتا ہو اور دوسروں کو بھی اس کی راہنمائی کرتا ہو۔

سلیمان:۔ سب سے بڑا احمق کون ہے؟

ابو حازمؒ:۔ جو اپنے ظالم بھائی کی ہاں میں ہاں ملا کر اس کی دُنیا کی خاطر اپنا دین بیچ ڈالے۔

سلیمان:۔ آپ نے سب درست فرمایا۔ اچھا آپ ہماری حکومت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

ابو حازمؒ:۔ امیر المومنین! کیا مجھے اس سوال کے جواب سے آپ معاف نہ رکھیں گے۔

سلیمان:۔ نہیں! آپ کو میری خیر خواہی کے لیے جواب دینا ہو گا۔

ابوحازمؒ:۔ اے امیر المومنین! آپ کے باپ دادا نے تلوار کے زور سے مسلمانوں کو مغلوب کیا اور زبردستی بغیر مسلمانوں کے مشورے اور بغیر ان کی رضامندی کے یہ سلطنت حاصل کی جس کے نتیجہ میں کثیر تعداد قتل کی گئی۔ کاش آپ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ ان سے کیا سوال و جواب ہوا!

ایک جلیس:۔ (مجلس میں بیٹھا ہوا شخص) اے ابوحازمؒ! آپ نے بہت نامناسب بات کہی۔

ابوحازمؒ:۔ (اس کی طرف متوجہ ہو کر) تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد لیا تھا کہ وہ حق کو واضح طور پر بیان کریں گے چھپائیں گے نہیں۔

سلیمان:۔ بہت اچھا! اب ہماری اصلاح کیسے ہو سکتی ہے؟

ابوحازمؒ:۔ سختی چھوڑ کر مروّت اختیار کرو اور مال کی تقسیم میں مساوات، انصاف کیا کرو۔

سلیمان:۔ ہم جو لوگوں سے مال وصول کرتے ہیں اُس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟

ابوحازمؒ:۔ حلال طریقے سے لو اور اُن کے مستحقین پر خرچ کرو۔

سلیمان:۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمارے ساتھ رہا کریں تاکہ آپ کو ہم سے اور ہمیں آپ سے فائدہ پہنچے؟

ابوحازمؒ:۔ اللہ کی پناہ۔

سلیمان:۔ وہ کیوں؟

ابوحازمؒ:۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میں حق کو چھوڑ کر تمہاری طرف ذرا بھی جھکا تو اللہ تعالیٰ مجھے دنیا و آخرت میں دوہری سزا دیں گے۔

سلیمان:۔ ہمارے سامنے اپنی کوئی ضرورت پیش کیجئے؟

ابوحازمؒ:۔ مجھے جہنم سے بچا دیجئے اور جنّت میں داخل کرا دیجئے۔

سلیمان:۔ یہ تو میرے بس میں نہیں۔

ابوحازمؒ:۔ اس کے علاوہ میری کوئی حاجت نہیں۔

سلیمان:۔ میرے لیے دعا فرما دیجئے۔

ابوحازمؒ:۔ یا اللہ! اگر سلیمان تیرا دوست ہے تو دنیا و آخرت کی خیر اس کے لیے آسان کر دیجئے اور اگر تیرا دشمن ہے تو اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر اس طرف لے جائیے جو تجھے پسند ہو۔

سلیمان:۔ بس، بس!

ابوحازمؒ:۔ اگرچہ میں نے مختصر الفاظ سے دعا مانگی ہے مگر یہ بہت زیادہ ہے بشرطیکہ تم اس کی اہلیت اپنے اندر پیدا کر لو اور اگر تم اس کے اہل نہیں تو میرے لیے بھی یہ بے فائدہ بات ہے کہ کمان سے تیر بغیر نشانہ و ہدف کے پھینکوں۔

سلیمان:۔ مجھے کوئی نصیحت کیجئے!

ابوحازمؒ:۔ میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں اور وہ بھی مختصر! اپنے رب کی عظمت اور پاکی کا ہر وقت دھیان رکھو، ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں منع کی ہوئی جگہ میں دیکھے اور ایسی جگہ سے تم کو غیر حاضر دیکھے جس جگہ حاضری کا تمہیں حکم دیا ہے۔

بس اتنی نصیحت کر کے ابوحازمؒ سلیمان کے پاس سے تشریف لے آئے۔ سلیمان نے آپ کے پاس سو دینار بھیجے اور لکھ بھیجا کہ انہیں اپنی ضرورت میں خرچ فرمادیں اور اتنی مقدار وظیفہ کی آپ کو ہمیشہ ملتی رہے گی۔

ابوحازمؒ نے ان سو دیناروں کو واپس فرمادیا اور لکھا کہ اے امیرالمؤمنین! میں آپ کے لیے خدا کی پناہ پکڑتا ہوں اس خیال سے کہ آپ کا مجھ سے سوالات کرنا نہ اچھا تھا یا میرا آپ کو جواب دینا آپ پر عطا یا احسان تھا۔ بات یہ ہے کہ جب میں ان دیناروں کو آپ کے لیے پسند نہیں کرتا خود اپنے لیے کس طرح پسند کر سکتا ہوں؟ اور لکھا اے امیرالمؤمنین! جب موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو دیکھا کہ چرواہے بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں اور دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ذرا ہٹ کر کھڑی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں سے اس کا سبب پوچھا؟ تو دونوں نے جواب دیا کہ جب تک بھیڑ نہ چھٹ جائے ہم پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے والد بوڑھے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ہمدردی کی اور ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا اور پھر سائے کی طرف ہٹ کر دعا مانگی کہ یا اللہ! تیری طرف سے جو خیر بھی نازل ہو میں اس کا محتاج ہوں۔ اس وقت میں موسیٰ علیہ السلام بھوکے بھی تھے اور خوفزدہ بھی، کوئی ٹھکانہ بھی نہ تھا، چنانچہ اپنے رب سے ہی مانگا مخلوق سے بالکل سوال نہ کیا، آپ کی دعا کو چرواہے تو نہ سمجھ سکے لیکن یہ دونوں لڑکیاں سمجھ گئیں۔ جب یہ واپس گئیں تو اپنے والد (جو کہ شعیب علیہ السلام تھے) سے پورا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص بھوکا معلوم ہوتا ہے۔ اور ایک لڑکی سے کہا کہ جاؤ! انہیں بلا لاؤ، چنانچہ جب وہ آئیں تو اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور کہا کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ آپ نے جو ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے اس بدلہ دیں، موسیٰ علیہ السلام پر بدلہ کا لفظ بہت ہی شاق گذرا، لیکن جانے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا کہ پہاڑوں کے درمیان بھوکے اور وحشت کے حال میں تھے۔ جب آپ اس کے پیچھے چل رہے تھے تو ہوا کے جھونکوں سے کپڑے سمٹنے لگے اور بعض چھپے ہوئے اعضاء کی ہیئت نمایاں ہونے لگی۔ موسیٰ علیہ السلام کبھی نگاہ اٹھاتے اور کبھی نگاہ جھکا لیتے، لیکن جب آپ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو آپ نے پکار کر فرمایا اے اللہ کی بندی! تم میرے پیچھے ہو جاؤ اور مجھے راستہ بتاتی جاؤ۔ جب موسیٰ علیہ السلام شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے اور وہ شام کا کھانا تیار کیے ہوئے تھے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے نوجوان! آؤ بیٹھو اور کھانا کھاؤ۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ کی پناہ! شعیب علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا بات ہے، کیا تم بھوکے نہیں ہو؟ فرمایا کیوں نہیں! بھوکا تو ہوں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کھانا پانی پلانے کی خدمت کا بدل نہ ہو جائے، میرا تعلق اس

نما ندان سے ہے جو دین کی چھوٹی سی چھوٹی خدمت کو زمین بھر سونے کے بدلہ بھی نہیں بیچتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا نہیں، اے نوجوان! میرا اور میرے آبا و اجداد کا یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ ہم مہمانوں کی مہمانی کرتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ پس موسیٰ علیہ السلام بیٹھ گئے اور کھانا کھایا۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد ابو حازم (اللہ تعالےٰ اُن پر رحم فرمائے) نے سلیمان کو اس طرح مخاطب کر کے مزید یہ لکھا کہ :۔

اے امیر المؤمنین! اگر یہ سَو دینار بدلہ ہیں اُن نصیحتوں کا جو میں نے آپ کو کی ہیں تو میرے نزدیک حالتِ اضطرار میں بھی مُردار، خون، خنزیر کا گوشت ان سے زیادہ حلال ہے اور اگر یہ اس لیے ہیں کہ بیت المال میں میرا بھی حصہ ہے، تو یہ بھی غور طلب ہے کہ میرے جیسے اور بھی بہت سے ہیں۔ اگر آپ سب کے ساتھ برابری کریں کہ اُن کو بھی دیں ورنہ مجھے بھی ان کی ضرورت نہیں۔

بقیہ۔ قرآن حکیم

خدشات ختم ہو گئے۔ اور مجھے یہاں حضورؐ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہندوستان میں میرے دین کی اشاعت مولانا محمد قاسمؒ نے کی ہے۔ پھر حضرت مدنیؒ کے مکان پر تشریف لائے۔ اور کافی طلبا رلے ان سے بیعت کی اور اس طرح ان کا فیض دنیا میں پھیلا۔

تو میری عرض ہے کہ اعمال فنا نہیں ہوتے۔ سب مانتے ہیں صحاح کی احادیث میں ہے۔ کہ اعمال قبر کے اندر بیٹھنے تو نہیں۔ اعمال کی خوشبو باہر آتی ہے۔ تو اساتذہ کا ادب کرو۔ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے باتیں کم سنی ہیں۔ ابو ہریرہؓ نے زیادہ سنیں۔ ورنہ اکثر صحابہ کرامؓ صرف حضورؐ کی زیارت کرتے۔ صرف اس لیے آتے تھے کہ سارا دن بیٹھتے اور حضور کی زیارت کرتے رہتے۔

اِنّما بعثت معلماً معلم اعظم نبی کریمؐ ہیں تو اپنے اساتذہ کرام کا احترام اور اپنی مادر علمی سے تعلق کتاب اللہ کی تلاوت۔ اس کے معانی پر غور فکر و لیکن خود کو بڑا نہ سمجھو کہ اپنے اساتذہ پر اعتراض کرنے ہو۔ یا اس ادارہ پر اعتراض ہو تو انوارات سلب ہو جائیں گے وہ شے نہیں ملے گی جس کی تمنا کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف فرمائے :

Aderts-HTP-3/85

مولانا قاضی منظور الحق کوثری ۔ منڈی بہاؤ الدین

علماء کے ذرائع معاش

موتمر المصنفین شعبہ اشاعت دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے "ارباب علم و کمال اور پیشہ رزق حلال" کی صورت ... سمعانی کی کتاب "الانساب" کا ترجمہ و تفہیم فصیح و بلیغ انداز میں پیش کیا۔ فن اور موضوع کے اعتبار سے تاریخ کی دلچسپ کتاب لکھی۔ ادارہ موتمر المصنفین اس کی اشاعت پہ قابل مبارک باد ہے بالاستیعاب پڑھی اور متاثر ہو کر درج ذیل تحریر لکھ دی خدا کرے کہ قارئین الحق کے لئے نافع ہو (کوثری)

۱۔ ہمارے موجودہ معاشرہ میں چونکہ ذات پات کی تمیز ہندوانہ تہذیب سے متاثر ہے اس لئے ہنر اور پیشہ کو معیوب اور قابل گرفت سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ فنون ہیں۔ ان کا حاصل کرنا ہر سوسائٹی اور معاش کے لئے ضروری و ناگزیر ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر پاکستان کے بننے کے بعد بھی ہمارے سکولوں میں انگریز کی چلائی ہوئی پالیسی کی وجہ سے غریب بچوں کی فیس معافی کی درخواست جب سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس پیش ہوتی ہے تو علماء کرام کے بچوں کی فیس اس وجہ سے معاف کی جاتی ہے کہ یہ بھی باقی کمین (نائی، موچی وغیرہ) کی طرح ہیں۔ اناللہ الخ

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

۲۔ صحابہ کرامؓ سب تجارت پیشہ تھے عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا آیت رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ بازار والوں کے متعلق نازل ہوئی۔ ان کے صاحبزادے حضرت سالم نے فرمایا۔ کہ ایک روز عبداللہ بن عمرؓ بازار سے گزر رہے تھے تو نماز کا وقت آ گیا۔ لوگ دکانیں بند کر کے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ فرمایا یہ مذکورہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی۔

۔ عہد رسالت میں ایک حاجی تجارت کرتے تھے۔ دوسرے صنعت و حرفت یعنی لوہار تلواریں بناتے تھے۔ پہلے کی یہ حالت تھی کہ سودا تولتے ہوتے اذان کی آواز کان میں پڑی تو وہیں ترازو کو پھینک کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے اور دوسرے کا یہ عالم تھا کہ گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگا رہے ہیں اور کان میں اذان کی آواز آئی تو ہتھوڑا ڈال کر چل دیتے۔

۳۔ حضرت نوح علیہ السلام کو صنعت کشتی اور حضرت داؤدؑ کو زرہ سازی سکھائی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ بڑا عدل وانصاف کا تھا۔ بھیس بدل کر لوگوں سے حالات پوچھتے تھے۔ ایک دن فرشتہ بھیس تبدیل کر کے ملا داؤدؑ نے پوچھا کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ بہت اچھا آدمی ہے۔ مگر اس کی ایک عادت ایسی ہے کہ اگر وہ نہ ہوتی تو بہت ہی اچھا ہوتا۔ پوچھنے پر بتایا کہ وہ اپنا کھانا پینا اور اپنے اہل وعیال کو گذارہ بیت المال سے لیتے ہیں حضرت داؤدؑ نے آہ وزاری کی تب اللہ تعالیٰ نے زرہ سازی کا فن دیا کہ لوہے کو موم بنا دیا۔

۴۔ موجودہ دور میں ایسی کیفیت کچھ زیادہ اہمیت والی نہیں ہے۔ مثلاً ایک گاؤں میں ایک شخص جولاہے یا موچی کا کام کرتا ہے تو وہ وہاں جولاہا اور موچی ہے۔ اور اگر یہ کام اجتماعی شکل میں ملوں کی صورت میں ہو تو پھر یہ قابل عزت واحترام۔ کیا سروس شوز والے اور کوہ نور ملز والے سب گھٹیا قسم کے حضرات ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۱۔ علماء ہند کے چند واقعات اور نظائر اسی ضمن میں پیش کئے جاتے ہیں:

مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت" میں لکھتے ہیں۔

میرا چشم دید واقعہ ہے کہ کان پور کے مشہور صاحب درس عالم محشی مثنوی مولانا روم مولانا احمد حسن مرحوم کے منجھلے صاحبزادے جو خود عالم بھی تھے کان پور میں صرف امرتیاں یا اور مختلف قسم کی مٹھائیاں بناتے تھے۔ بلکہ اپنی نگرانی میں بنواتے تھے۔ چونکہ ہر چیز مٹھائی میں دیانتداری سے دی جاتی تھی۔ گھی بھی خالص ہوتا تھا دوسرے اجزا بھی خالص۔ آج کانپور میں سینکڑوں آدمی اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ بننے کے گھنٹے دو گھنٹے بعد مٹھائی کا ملنا ناممکن تھا۔ خریدار گدھ کی طرح ٹوٹے پڑتے تھے۔ بسا اوقات پیشگی دے کر اپنا حصہ آدمی کو محفوظ کرانا پڑتا تھا حالانکہ اسی کان پور میں سینکڑوں حلوائی صبح سے شام تک بیٹھے مکھیاں مارا کرتے تھے۔

۲۔ مولانا عثمان خیر آبادی۔ جن کے متعلق فوائد الفواد میں سلطان المشائخ کے حوالہ سے مولانا عثمان کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ کہ ان کا پیشہ طباخی تھا اور طباخی بھی کس چیز کی۔ "سبزی پختے از شلغم وچقندر و مانند آں ودیگ پختے واں را مے فروختے" یہ خیال نہ کیجیے کہ نام کے مولانا تھے سلطان المشائخ ہی کا بیان ہے کہ "بس بزرگ کے بود او را تفسیرے ہست" قرآن کا مفسر ہے شلغم چقندر پالک سب کو ملا کر ترکاری پکاتا ہے اور بیچتا ہے۔

۳۔ آج عوام کے چندوں پر مولویوں کی گذر بسر کا جو دارومدار رہ گیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے ملک کے تاجروں، رئیسوں خوش باشوں کے سینوں کے وہ بوجھ بنے ہوئے ہیں۔ اس دباؤ کے تحت بسا اوقات چشم پوشی کے جرم کا مجرم بھی بننا پڑتا ہے۔ کیا ان دنیوی اور دینی بے آبروئیوں سے بھی زیادہ کسی پیشے کے اختیار کرنے میں بے آبروئی کا احتمال ہے؟

قارئین بنام مدیر

افکار و تأثرات

★ امریکہ میں قیدی اسلام قبول کر رہے ہیں — جناب جعفر مسعود ندوی

★ مسیحی داعی کی عبرتناک موت سے پیام — جناب خالد عثمان

گاؤں مسلمان ہو گئے۔

★ الحق کی ادارتی تحریر اور جرأت مندانہ موقف — جناب قمر الدین آفریدی

★ فتنۂ قادیانیت اور مولانا دریابادی — متعدد علماء اور سکالر

امریکہ میں قیدی اسلام قبول کر رہے ہیں

امریکہ کے مختلف قیدخانوں میں گذشتہ چند سالوں کے دوران ڈھائی ہزار امریکی قیدی مشرف بہ اسلام ہوئے اور اب وہ انہی قیدخانوں اور جیلوں میں دعوت و تبلیغ اور قیدیوں اور مجرموں کی اصلاح و تربیت کا کام انجام دے رہے ہیں۔

مسلمان داعیوں کی ایک بڑی تعداد قیدیوں اور مجرموں اور سزا یافتہ افراد کی اصلاح کے لئے، اور ان کو اسلام کی ترغیب دلانے کے لئے، اور ان کے دلوں میں پاکیزہ خیالات پیدا کرنے کے لئے امریکی قیدخانوں اور جیل کی کوٹھڑیوں کے چکر لگاتی رہتی ہے۔ اور موقعہ ملنے پر ان کے سامنے اسلام کی تعلیمات کو پیش کرتی ہے اور اسلام کے اصول و مبادی کی تشریح کرتی ہے۔

ابھی حال میں دو مسلم سکالروں نے امریکہ کے مختلف قیدخانوں کا جائزہ لیا۔ اور ان کا سروے کیا اور اس کی ایک رپورٹ مرتب کی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اس وقت امریکہ میں ۵۰۰، قیدخانے ہیں۔ اور ہر سال جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کی تعداد ۳۸ ملین تک پہنچ جاتی ہے۔

مختلف جرموں کی پاداش میں جنہیں گرفتار کیا جاتا ہے ان کی تعداد ۱۸ ملین تک پہنچتی ہے ان میں سے ۴ ملین کو تھوڑی مدت کے لئے جیل خانوں میں رکھا جاتا ہے جب کہ قیدخانوں میں رہنے والوں کی تعداد ۸۰ لاکھ تک جاتی ہے۔ اور ۳۰ لاکھ قیدیوں کو ضمانت پر رہا کردیا جاتا ہے۔

جہاں تک نیویارک کا تعلق ہے جو جرائم کی کثرت کی وجہ سے عالمی شہرت کا حامل ہے اس میں ۱۹ جیل ہیں جن میں دو لاکھ ۳۰ ہزار قیدیوں کے رہنے کا انتظام ہے۔

اکثر مجرم اور سزا یافتہ افراد آزاد کئے جانے یا دوسرے قیدخانوں میں منتقل کئے جانے سے پہلے اسلام قبول کرلیتے ہیں اسی طرح نیویارک میں ۵۴، اصلاح کے گھر ہیں۔ جن میں ۸۷ ہزار مجرم اصلاح اور تربیت کے لئے رکھے جاتے ہیں گذشتہ چند سال میں ان میں سے ۱۰ ہزار قیدیوں نے اسلام قبول کیا اور جرائم سے توبہ کی۔

ان قیدخانوں میں مسلمان داعیوں کی طرف سے دینی واخلاقی تقاریر اور کتب کی فراہمی کا پورا انتظام رہتا ہے جس کی وجہ سے آزادی کے حصول کے بعد ان قیدیوں کے اخلاق بھی بہتر ہو جاتے ہیں۔ اور دینی معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ان قیدیوں کو جیلوں سے آزاد ہونے کے بعد ایک اچھی زندگی گزارنے کا موقع ملتا ہے امریکہ معاشرہ میں ان کو احترام حاصل ہوتا ہے۔

مسلمان داعیوں کی اس مخلصانہ کوشش کو دیکھتے ہوئے اور اس کام کی افادیت کو دیکھتے ہوئے امریکی قید خانوں کے ذمہ داروں نے مسلمان داعیوں کے لئے قید خانوں کے دروازے کھول رکھے ہیں وہ جب چاہیں مجرموں کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں اور انہیں اسلام کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

یہ مسلمان داعی ان قید خانوں میں نمازوں کے لئے ائمہ کا انتظام کرتے ہیں۔ دینی کتب فراہم کرتے ہیں۔ ان مسلمان داعیوں نے امریکہ کے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ قید خانوں میں دینی کتب پہنچائیں۔ اور تلاوت کے لئے قرآن شریف کے نسخے بھیجیں۔ خاص طور پر وہ قرآن شریف جن کے ساتھ انگریزی اور اسپینی زبان میں ترجمہ بھی ہو۔

(بجناب جعفر مسعود ندوی)

مسیحی داعی کی عبرت ناک موت سے چار گاؤں مسلمان ہو گئے

سال رواں جنوری میں شمالی نائیجیریا کے صوبہ غونغولی میں واقع موب نامی گاؤں میں ایک نہایت عبرتناک اور نصیحت آموز واقعہ پیش آیا۔ جس کی تفصیل نائیجیریا کے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوئی اور متعدد ریڈیو سٹیشنوں سے نشر کی گئی۔

تفصیل اس طرح ہے کہ عمر غیمو نامی ایک شخص جو پیدائشی طور پر عیسائی تھا لیکن مسلمانوں کے اخلاق، سیرت و کردار اور حسن معاشرت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اس کی حرماں نصیبی کہ زیورِ اسلام سے آراستہ ہونے اور عرصہ دراز تک اسلامی زندگی گذارنے کے بعد پھر مرتد ہو گیا۔ اور مسیحیت کا علمبردار اور پرجوش داعی و مبلغ بن گیا۔ اسلام دشمنی، مسلمانوں کے خلاف مہم جوئی اور پروپیگنڈے، قرآن کی تکذیب۔ اس کی اہانت و تحقیر انکار و استہزاء، زبان درازی اور طعن و تشنیع اس کا نصب العین اور زندگی کا اہم مشغلہ بن گیا۔

چنانچہ ایک روز کسی گرجا گھر میں عیسائیوں کے ایک بڑے مجمع کے سامنے حسب معمول اپنے خطاب کے دوران قرآن کی تکذیب اور استہزا کیا۔ اس پر نکتہ چینیاں اور اعتراضات کئے اور اسلام دشمنی کے جذبہ سے سرشار ہو کر کہا کہ اگر قرآن خدا کی نازل کردہ آخری کتاب اور اسلام ایک سچا مذہب ہے تو وہ اس کتاب کے نازل کرنے والے سے دعا کرتا ہے کہ آج اسے زندہ اور صحیح سلامت گھر واپس نہ ہونے دے۔

قدرت الٰہی کی کرشمہ سازی کہ کلیسا سے نکل کر گھر جاتے ہوئے راستہ میں ایک چھوٹے سے نالے کو پار کرنے کی کوشش میں گر کر مر گیا۔ رفقاء سفر کو اس کی موت پر یقین نہ آیا اور راستے ہسپتال لے گئے۔ لیکن وہ مر چکا تھا اس عبرت ناک موت سے متاثر ہو کر صوبے کے چار گاؤں مسلمان ہو گئے۔ دوسرے روز وہ آدمی بھی ہلاک ہو گیا جو اس کی جان بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ چند سال پہلے اسی صوبہ کے ایک گاؤں میں ... سفید فام عیسائی مبلغ کے ساتھ پیش آیا جس نے قرآن کا ایک نسخہ جلا کر اس کے ساتھ اہانت آمیز اور گستاخانہ سلوک کیا تھا۔ جس کی سزا میں اس کے دونوں ہاتھ جل گئے۔ کافی علاج و معالجہ کیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا۔

قرآن کا اعلان بالکل صحیح اور برحق ہے :۔

قل سیروا فی الارض ثم انظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین. یخادعون اللّٰہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ٥

(جناب خالد عثمان)

الحق کے مضامین اور قارئین کے تاثرات

ماہنامہ الحق کا مولانا حق نواز جھنگوی شہید پر جاندار اداریہ ہر مسلمان کے دل کی آواز ہونے کے ساتھ ساتھ جرأت ایمانی ... کا بہترین شاہکار ہے۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ نیز آپ کے پاکیزہ، جرأت مندانہ اور دردمندانہ خیالات و عزائم میں مزید ترقی اور نکھار پیدا فرما دے اور عزیمت کے اس کٹھن سفر میں استقامت اور قدم قدم پر مدد و نصرت فرما دے۔ آمین

اس کے ساتھ ساتھ آپ کا مقالہ " خندۂ اشتہار یا دیدۂ عبرت " میں گورے صاحب کا ہمسن بننا، کو شریک حیات بنانا واقعی مغربیت کے تابوت میں گویا آخری کیل ہے۔ نہ جانے ہمارے " روشن خیال " اور آزادی پسند کالے صاحبوں " اور کالی " بی بیوں " کا ضمیر کب جاگے گا اور اس اندھی اور منہ زور تقلید سے کب باز آئیں گے۔ آپ نے اس مادر پدر آزاد مغربی تہذیب کا خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے۔

ایک مرتبہ ساحل سمندر پر سیر کے لئے جانا ہوا تو وہاں جگہ جگہ گوروں اور گوریوں۔ صاحبوں اور میموں۔ بوڑھوں اور بوڑھیوں۔ غرض ہر عمر اور ہر رنگ و طبقہ کے مردوں اور عورتوں کو " پیدائشی " لباس میں بے باکانہ چلتے پھرتے اور لیٹے ہوئے دیکھا۔ تو دوستوں کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مغربی معاشرہ نے گویا اپنی مادی " ترقی " کی گویا آخری منزل پالی ہے اور اب وہ اس مقام پر پہنچ گئی کہ لوگ اس " ترقی " سے گویا اکتا گئے ہیں۔ اور ہر لمحے WHAT NEXT کی تاش اور فکر میں گھر گئے ہیں اور ہر نئی چیز سے اکتا کر

ایک اور نئی چیز اپنانے کی فکر میں رہتے ہیں تاکہ " قدامت " کے بجائے " جدیدیت " کی اندھی راہ پر گامزن رہیں چاہے وہ کپڑے اتار کر ہو یا بقول غالب ؎

بدل کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

ملکوں ملکوں، شہروں شہروں، گلیوں گلیوں انہیں مارے مارے پھرنا ہی کیوں نہ پڑے۔

(قمر الدین آفریدی سینئر پوسٹ ماسٹر)

فتنۂ قادیانیت اور مولانا عبدالماجد دریابادی

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک میں عنوان بالا سے ایک دلچسپ بحث چندماہ سے جاری ہے۔ یہ بحث مولانا مدرار اللہ مدرار اور جناب طالب ہاشمی صاحب کے درمیان ہے۔ جناب طالب ہاشمی میرے دوست ہیں ان کا نام محمد یونس قریشی ہاشمی ہے۔ طالب ہاشمی ان کا قلمی نام ہے۔ علم و فضل کے لحاظ سے ان کا ثانی کوئی نہیں۔ قرآن و حدیث پر ان کو پورا پورا عبور حاصل ہے۔ انگریزی، عربی، فارسی اور اردو میں ان کا قلم یکساں چلتا ہے۔ اگرچہ طالب ہاشمی صاحب اور راقم الحروف کی عمر ایک ہی ہے۔

مولانا مدرار اللہ مدرار بھی جناب طالب ہاشمی سے کسی صورت میں کم نہیں۔ علمائے دیوبند میں یہ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ مولانا غلام ہزاروی کے شاگرد رشید ہیں اور قرآن و حدیث نیز فقہ حنفیہ پر ان کو پورا پورا عبور حاصل ہے۔ مفتی محمودؒ سے بھی فیض یافتہ ہیں عالم بے بدل اور فاضل اجل ہیں۔

میرا ان سطور لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ راقم الحروف ان دونوں علماء کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ میں ان دونوں کی تحریرات کا تجزیہ کرنے کی جرأت کیسے کر رہا ہوں ؎

کہاں میں اور کہاں نکہت گل
نسیم صبح تیری ...... مہربانی

میں اس سلسلہ میں جناب طالب ہاشمی کی حمایت کر رہا ہوں کہ انہوں نے جو لکھا ہے وہ صحیح لکھا ہے البتہ جناب ہاشمی سے معمولی غلطی ہوئی ہے انہوں نے الحق میں لکھا ہے۔

" لیکن افسوس کہ مولانا تھانوی کے مرید ہونے کے باوجود مولانا عبدالماجد دریابادی قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے "

طالب ہاشمی صاحب کو یوں لکھنا چاہیئے تھا:۔

"مولانا عبدالماجد دریابادی قادیانیت کے بارے میں تو بہت ہی سخت گوشہ رکھتے تھے لیکن لاہوری مرزائیت کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے"

اگر طالب ہاشمی اس طرح لکھتے تو وہ سو فیصدی صحیح تھا۔ میں اس کا ثبوت آئندہ آنے والے پیراگراف میں دوں گا۔ جب کہ لاہور میں مرحوم حمید نظامی کی ٹمپل روڈ والی کوٹھی میں میری اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی ملاقات ہوئی تھی، اور اسی معاملہ پر (حمید نظامی صاحب کی موجودگی میں) میری ان کی بحث ہوئی تھی وہ دریاباد (انڈیا) سے پاکستان آئے تھے اور ان کا ویزہ ایک ماہ کا تھا۔ میں ملاقات کا سنہ بھول گیا ہوں۔ آزادی کے بعد گیارہ سال ہی گذرے ہوں گے۔

میں اپنی اور مولانا دریابادی کی گفتگو بیان کرنے سے پہلے یہ بھی عرض کردوں کہ میں نے حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی بھی زیارت کی ہوئی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ۔ ان کے صاحبزادے مولانا محمد عبیداللہ (موجودہ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور) اور راقم الحروف تھانہ بھون بھی گئے تھے۔ جب ۱۹۳۸ء میں مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ امرتسر تشریف لائے تھے اور مفتی محمد حسنؒ کے دولت خانہ واقع محلہ شریف پورہ میں ٹھہرے تھے تب مفتی صاحب کے حکم کے مطابق مولانا تھانویؒ کو چائے بنا کر پیش کرنے کی ذمہ داری میری تھی۔ اور ٹھنڈے مشروب پیش کرنے کی ذمہ داری مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد عبیداللہ کی تھی۔

اس گناہ گار کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے مولانا تھانویؒ کے (علم و فضل والی) وعظ کی مجلسیں دیکھی اور سنی ہیں اور ان کے پیچھے نماز بھی پڑھی ہے۔

حمید نظامی صاحب کی کوٹھی میں میری اور مولانا دریابادی کی گفتگو

حمید نظامی نے مولانا دریابادی سے کہا۔ مولانا! یہ ہیں پروفیسر احسان قریشی صابری جو سیالکوٹ کے کامرس کالج میں وائس پرنسپل ہیں (ان دنوں راقم الحروف وائس پرنسپل تھا ابھی پرنسپل نہ بنا تھا) یہ مجھ سے اردو نثر میں اصلاح لینے کے لئے ہر اتوار کے اتوار لاہور آجاتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں یہ میرے شاگرد ہیں۔

اس موقعہ پر مولانا دریابادی سے میری تفصیلی گفتگو ہوئی۔ موصوف نے احتیاطاً اعتراف کیا کہ وہ لاہوری گروہ کے بارہ میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اور ان کو کافر نہیں کہتے۔

اس گفتگو کا مفصل ریکارڈ میرے پاس محفوظ ہے۔

(ڈاکٹر احسان قریشی صابری، ریٹائرڈ پرنسپل کامرس کالج سیالکوٹ)

★ خامیاں تو ہر انسان میں ہوتی ہیں لیکن کارناموں کو دیکھنا چاہیے ۔ اور خامیوں سے درگذر کرنا چاہیئے ۔ میں اس بارے میں مولانا مدرار اللہ مدرار کی تائید کرتا ہوں کہ مولانا ختم نبوت کے مسئلے میں مخلص تھے اور صاف صاف انہوں نے اس مسئلے کے بارے میں لکھا ہے ۔ بس یہی کافی ہے ۔ (مولانا خلیل اللہ حقانی روپکینی بٹگرام)

★ ماہنامہ "الحق" میں فتنہ قادیانیت اور مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے بارے میں بحث و مباحثہ اہم ہی اور تاریخی حقائق سامنے آئے ہیں جس سے مفید نتائج نکل سکتے ہیں ۔ تاہم دونوں بزرگوں کو تنقید و اختلاف میں تعمیری فکر اور احترام ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا ۔ جیسا کہ فقہا اور محدثین کا شیوہ اور طریقہ رہا ۔ ائمہ اربعہ کے درمیان مسائل میں اختلافات شدید تھے ۔ لیکن ایک دوسرے کے احترام کا یہ حال تھا کہ امام شافعیؒ ، امام ابوحنیفہؒ کی قبر کے پہلو میں رفع الیدین بھی نہیں کرتے اور جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ صاحب قبر سے حیا آتی ہے

(مولانا گل شیر حقانی ، جنرل سکریٹری تنظیم علماء اساتذہ)

★ فتنۂ قادیانیت کے سلسلہ میں مضامین میں مولانا مدرار اللہ صاحب کے مضمون میں جو "حاضر و ناظر" کی بحث چل پڑی ہے تو اس سلسلہ میں توضیحاً گذارش ہے کہ

اس حاضر ناظر کے لفظ کو اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنے میں صرف میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ اور علماء کرام و مشائخ عظام بھی اطلاق کرتے ہیں ؎

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں :۔

"حق سبحانہ و تعالیٰ بر احوال جزئی و کلی او مطلع است و حاضر و ناظر شرم باید کرد"

مکتوب ۴۸ دفتر اول حصہ ۶۵

اور اسی طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ فرماتے ہیں :۔

"مسلمان کا سر غیر اللہ کے سامنے اونچا ہے ایک اللہ کے سامنے جھکتا ہے پیشانی رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فرمانبردار ہے کہ اسے حاضر ناظر سمجھتا ہے ہر جگہ خواہ ساتویں زمین کے نیچے چلا جائے وہاں بھی اللہ موجود ہے سمندر کی گہرائی میں پہنچ جاؤں تو وہاں بھی اللہ موجود ہے اور اگر ہوائی جہاز اور راکٹ کے ذریعہ زہرہ اور مشتری تک پہنچ جائے وہاں بھی اللہ کو موجود اور حاضر ناظر سمجھتا ہے اور الحمد للہ الحمد للہ کہ مسلمان کا یہ سبق یاد ہے ۔" دعوات حق ص ۱۴۸ حصہ دوم

اور شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صاحب صفدر نے اللہ تعالیٰ پر حاضر ناظر کے اطلاق کے بارے میں سیر حاصل بحث فرمائی ہے ۔ دیکھیئے مقدمہ تبرید النواظر ص ۱۵ تا ۲۴ (محمد عبدالمالک شاہ ۔ بولان بلوچستان)

مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

مطالعات و تعلیقات

قحط وگرانی کا کامیاب مقابلہ

سلطان غیاث الدین تغلق کے زمانہ میں پورے ملک میں شدید قحط پڑا۔ سلطان نے دہلی والوں کے لئے یہ انتظام کیا کہ سرکاری غلے کے گودام سے ہر شخص کو چھ ماہ کا غلّہ فی کس ڈیڑھ رطل کے حساب سے دیا جائے۔ جب یہ اعلان ہوا تو علماء اور قضاۃ ہر ہر محلہ میں گھوم کر لوگوں کے خاندان اور نام لکھتے تھے۔ اور ان کی تصدیق پر ہر شخص کو چھ ماہ کا غلہ سرکاری گودام سے دیا جاتا تھا۔ اور وہ اطمینان سے پیٹ بھر کر کھانا کھاتا تھا۔

(رحلہ ابن بطوطہ ص ۵۳ ج ۲)

اس سے پہلے سلطان علاؤالدین محمد شاہ خلجی کے زمانہ میں جب ملک میں گرانی آئی تو سرکاری گودام سے سستے داموں پر عوام کو غلہ دیا جاتا تھا جس کی وجہ سے بلیک مارکیٹ کرنے والوں کا داؤ نہیں چلتا تھا۔ یہی طریقہ جانوروں اور کپڑوں کی گرانی اور نایابی کے زمانہ میں اختیار کیا جاتا تھا۔ حکومت ان کو خریدوا کر دام کے دام پر فروخت کراتی تھی۔ اور اس میں کام کرنے والوں کو اجرت دی جاتی تھی۔ اس طرح چند ہی دنوں میں گرانی ختم ہو جاتی تھی۔ اور گراں فروشوں کو عوام کے لوٹنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ اور حکومت کے خزانہ پر زیادہ بار نہیں پڑتا تھا۔

ایک مرتبہ غلّہ پر سخت گرانی اور نایابی آئی اور غلہ فروشوں نے دام بہت بڑھا دئے۔ عوام میں قوت خرید نہیں رہی۔ سلطان علاؤالدین نے یہی انتظام کیا کہ حکومت کی طرف سے غلہ کے گودام کھول دئے گئے۔ اور دام کے دام پر انہیں فروخت کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ اسٹاک جمع کرنے اور غلہ چھپا کر گراں فروخت کرنے والوں کو نقصان ہونے لگا ان کے اسٹاک میں کیڑے لگنے لگے اور اصل قیمت کا وصول ہونا بھی مشکل ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے سستے داموں پر فروخت کرنا غنیمت سمجھا چھ ماہ گذرتے گذرتے یہ حال ہو گیا۔ کہ انہوں نے سرکاری دام سے کم دام پر فروخت کرنے کی اجازت طلب کی تاکہ ان کا جمع کیا ہوا غلہ ضائع نہ ہو جائے۔ (رحلہ ابن بطوطہ ج ۲ ص ۲۶)

قحط وگرانی ایک قدرتی بات ہے۔ وباؤں۔ بیماریوں اور لڑائیوں کی طرح اس کا وقت بھی کبھی کبھار آ جاتا ہے۔ جس طرح بیماریوں اور جنگوں کے لئے تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اسی طرح قحط گرانی اور نایابی کے لئے بھی تدبیر کی جاتی ہے حکومتیں

دور اندیشی، حکمت عملی اور جد وجہد سے کام لیتی ہیں۔ آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں وہ پہلے بھی آچکا ہے۔ اور اس وقت کے حکمرانوں اور عوام نے اس کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ اور اس میں کامیاب اقدام یہی رہا ہے کہ حکومت نے غذ کی تقسیم کا انتظام خود سنبھالا، کہ قابل اعتماد طریقہ پہ قابل اعتماد لوگوں کی خدمات حاصل کیں اور یہی باتیں ہمارے زمانہ میں نہیں ہیں جس کی وجہ سے یہ مصیبت کم نہیں ہوئی۔

پہلے زمانہ میں یہ کام علماء قضاۃ، دیندار اور خدا ترس لوگوں کے ذریعہ لیا جاتا تھا۔ اور اب لوٹ گھسوٹ کرنے والے اس عہدہ پہ آگئے ہیں جو چوروں کے ساتھی بن کر عوام کی خدمت کے لئے سامنے آتے ہیں۔ موجودہ حکمران قدرت سے مقابلہ کے لئے عوام میں حوصلہ پیدا کرنے کی تلقین تو کرتے ہیں مگر اسٹاک جمع کرنے والوں، بلیک کرنے والوں اور ملک میں گرانی وناپابی لانے والوں کے مقابلہ میں خود ناکام رہتے ہیں۔ اس نئی جمہوریت سے اچھی تو وہی پرانی شخصیت تھی جس میں عوام اور رعایا نازک حالات میں اپنے لئے سچے غم خوار پاتے تھے۔ اور ان کے حسن انتظام کی وجہ سے حالات قابو میں آئے تھے۔

مصیبت سے نجات کا دینی طریقہ

ابن بطوطہ ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین کا معتوب قرار پاگیا۔ صورت یہ ہوئی کہ کسی بات پر سلطان ایک بزرگ پر سخت غصہ ہوگیا جو دہلی کے باہر ایک غار میں رہتے تھے۔ ابن بطوطہ بھی اس غار کو دیکھنے گیا تھا۔ جب سلطان نے اس شیخ کے لڑکوں کو گرفتار کرکے معلوم کیا کہ کون کون شیخ کی ملاقات کو آتے ہیں۔ انہوں نے ابن بطوطہ کا نام بھی لیا۔ سلطان نے اپنے چار خادموں کو حکم دیا کہ جاؤ ابن بطوطہ کو حاضر کرو۔ سلطان جس کے بارے میں اس طرح کا حکم دیتا ہے اس کی جان کی خیر نہیں ہوتی۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ جمعہ کے دن اس کے خدام میرے پاس آئے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ میں اس حال میں زیادہ سے زیادہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھوں۔ چنانچہ میں اس کو ۳۳ ہزار بار پڑھ کر سوگیا اور چار دن تک صوم وصال رکھتا رہا اور ساتھ ہی ہر روز ایک ختم قرآن پڑھ کر صرف پانی سے روزہ افطار کرتا رہا۔ اس طرح مسلسل ۴ روزے تلاوت قرآن کے ساتھ رکھے۔ اور پانچویں دن بھی اسی طرح روزہ رکھا مگر اس دن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری رہائی ہوگئی۔ اور شیخ کو سلطان نے قتل کردیا۔

(رحلہ ابن بطوطہ صہ ۹۲ - ج ۲)

مصائب اور نوائب آئیں تو ان سے نجات کی تدبیر کرنی چاہئے۔ یہی کامیابی کی جڑ اور بنیاد ہوتی ہے بڑے بڑے منکر بھی جب وقت پڑ جاتا ہے تو خدا کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ مگر ان کا یہ یاد کرنا خود غرضی کے لئے ہوتا ہے اور جو لوگ عیش وآرام اور تکلیف ومصیبت دونوں میں اس کی یاد کرتے ہیں وہ عبدیت وبندگی کے معیار پہ یہ کام کرتے ہیں اور یہی زیادہ مفید ہے۔

جیسی حکومت ویسے ہی عوام | حکمران طبقہ کا اثر عوام پر بہت زیادہ پڑتا ہے۔ جیسے حکمران ہوتے ہیں ویسے ہی عوام ہوتے ہیں۔ جس دور میں حاکم نیک دل انصاف پسند اور شریف ہوں گے۔ اس دور کے عوام بد باطن، ظالم اور کمینے نہیں ہو سکتے۔ استثنا کو چھوڑ دیجئے عام طور سے یہی بات ہوتی ہے اسی لئے حکام کو ہر اعتبار سے معیاری اور اونچا ہونا چاہئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو ایک جملہ میں یوں ادا فرمایا ہے:-

الناس علی دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے طور طریق پر ہوا کرتے ہیں۔ اس ایک جملہ کی تشریح کے لئے دنیا کا پورا دور حکمرانی پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس وقت ہم اموی دورِ خلافت کے حکمرانوں کے بارے میں ایک تاریخی حقیقت پیش کرتے ہیں۔

البناء والضیاع وکان اخوہ سلیمان صاحب نکاح و طعام وفکان الناس فی ایام سلیمان یسئل (یسئل) بعضھم بعضا عن النکاح و الجواری، فلما ولی عمر بن عبد العزیز فکان الرجل یلقی صاحبہ فیقول ما وردک وکم تحفظ من القرآن ومتی تختم وکم تصوم فی الشھر (العیون الحدائق ج ۳)

ولید کے زمانہ میں جب لوگ ملتے تو آپس میں تعمیرات اور جاگیروں کے بارے میں سوال کرتے، اس کا بھائی سلیمان شادی بیاہ اور کھانے پینے میں آگے تھا اس کے زمانے میں لوگ شادی اور باندیوں کے بارے میں آپس میں سوال کرتے اور جب حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ بنائے گئے تو لوگ جب آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے کہ آجکل تم کیا وظیفہ پڑھ رہے ہو تم کو قرآن کتنا یاد ہے قرآن کب اور کتنے دن میں ختم کرتے ہو اور مہینہ میں کتنے روزے رکھتے ہو۔

یعنی جس زمانہ میں جس ذہن و مزاج کا خلیفہ ہوتا تھا لوگوں کی باہمی ملاقاتوں میں اس قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور لوگوں کی نجی زندگیاں اسی کے طرز پر گذرتی تھیں۔ ہر زمانہ کی طرح آج بھی یہ بات پائی جاتی ہے اب لوگ ملتے ہیں تو بلیک کی ملاوٹ کی، اسمگلنگ کی، لوٹ کھسوٹ کی اور چھین جھپٹ، قتل و فساد کی باتیں کرتے ہیں چونکہ حکمرانوں کی زندگیاں ان ہی ہلاکتوں اور بربادیوں میں گذر رہی ہیں ظاہر ہے کہ ایسے دور میں عوام اچھے کیسے ہو سکتے ہیں۔

خلیفہ اور بادشاہ | ایک مرتبہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

سے فرمایا کہ "أملك أنا أم خليفة؟" میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟

حضرت سلمانؓ نے جواب میں فرمایا کہ

ان انت جبيت من ارض المسلمين درهماً او اقل او اكثر، ثم وضعته غير حقه فانت ملك وغير خليفة۔	اگر آپ مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا اس سے زیادہ یا اس سے کم وصول کر کے اسے ناحق خرچ کرتے ہیں۔ تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

دوسری روایت سفیان بن ابو العوجا کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بہت بڑی خامی ہے۔ اس پر ایک صاحب نے کہا کہ اے امیر المومنین خلیفہ اور بادشاہ دونوں میں فرق ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ کیا فرق ہے؟ انہوں نے کہا کہ

الخليفة لا يأخذ الا حقاً ولا يضعه الا فی حق فانت بحمد الله كذالك والملك يعسف الناس فيأخذ من هذا ويعطى هذا، فسكت عمر	خلیفہ صحیح طریقہ سے مال لیتا ہے اور صحیح طریقہ سے خرچ کرتا ہے اللہ کا شکر ہے کہ آپ ایسا ہی کرتے ہیں اور بادشاہ لوگوں پر زیادتی کرتا ہے اور ایک کا مال لے کر دوسرے کو دے دیتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔
(طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۰۷ طبع بیروت)	

اسلامی خلافت نہ پرانی شہنشاہیت سے میل کھاتی ہے اور نہ ہی نئی جمہوریت سے اس کا تعلق ہے۔ خلافت میں اللہ کی زمین پر اللہ کے نیک بندوں کے امن و امان سے زندگی بسر کرتے اور انسانی حقوق کے استعمال کرنے کی فضا پیدا کی جاتی ہے۔ خلیفہ انسانوں کا بہی خواہ اور خادم ہوتا ہے۔ جو صرف اللہ کے قانون کو جاری کرتا ہے اور اللہ اور اس کے بندوں کے سامنے مسئول اور جواب دہ ہوتا ہے۔ اس میں ذاتی اقتدار، یا قومی اور جماعتی کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ خلیفہ امیر ضرور ہوتا ہے مگر ایک عام آدمی کی طرح ہر وقت اپنے کو جواب دہ سمجھتا ہے۔ اور زمین پر صرف اللہ کا نیک بندہ اور ذمہ دار بن کر رہتا ہے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو یمن کی طرف اسلام کا قاضی اور داعی بنا کر نہ فرمایا تھا۔ حضرت معاذ یمن میں تھے کہ آپؐ کا وصال ہو گیا اور خلافت صدیقی کا دور آ گیا۔ حضرت معاذ حج کے دنوں میں یمن سے مکہ مکرمہ آئے۔ اس سال امیر الحج حضرت عمر

رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت معاذ بن جبل اس حال میں یمن سے مکہ مکرمہ آئے کہ ان کے ساتھ بہت سے مسلمان اور غلام تھے۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ ابو عبدالرحمٰن یہ غلام کس کے ہیں؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا۔ یہ سب میرے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یہ تم کو کہاں سے ملے؟ حضرت معاذؓ نے کہا کہ مجھے ہدیہ میں دئے گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ ایا تم میری بات مانو اور ان سب کو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجدو۔ اگر امیر المومنین ان کو تمہارے لئے چھوڑ دیں گے تو پھر یہ سب تمہارے ہوں گے۔ حضرت معاذ نے کہا۔ میں اس بارے میں آپ کی بات نہیں مان سکتا جو چیز مجھے ہدیہ میں ملی ہے میں اسے حضرت ابوبکر کے پاس کیوں لے جاؤں؟

جب رات کو حضرت معاذ بن جبل سوئے تو خواب میں دیکھا کہ میں آگ کی طرف گھسیٹا جا رہا ہوں اور حضرت عمر میری کمر پکڑ کر کھینچ رہے ہیں۔ صبح اٹھ کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچے۔ اور اپنا خواب بیان کر کے کہا کہ ان سب کو حضرت ابوبکرؓ کے یہاں روانہ کر دیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ کام آپ ہی کو کرنا چاہئے۔

بہر حال جب غلام حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا اے معاذ! یہ سب غلام تمہارے ہی رہیں گے۔

معاذ بن جبل ان سب کو لے کر اپنے گھر گئے اور جب نماز کا وقت آیا تو وہ سب حسب سابق صف بستہ ہو کر حضرت معاذ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت معاذ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کے لئے۔ حضرت معاذ نے کہا جاؤ، تم سب بھی اللہ کے لئے ہو۔ (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۸۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کی طرف سے امیر الحاج تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت معاذ بن جبل کو مشورہ دیا کہ آپ کے پاس جو یہ غلام اور نوکر ہیں آپ کے ذاتی نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا گیا تھا۔ کمانے کے لئے نہیں گئے تھے۔ حضرت معاذ نے ابتداء میں انکار کیا۔ مگر رات کو خواب دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر میری نجات کی بات کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تحقیق حال کے بعد معلوم کر لیا کہ یہ غلام ان کی ذاتی ملکیت ہیں اس لئے انہیں واپس کر دیا۔ اور حضرت معاذ نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے ان سب کو آزاد کر دیا۔

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات (جلد دوم) (امام ابویوسفؒ ۔۔۔ امام محمدؒ)	از مولانا عبدالقیوم حقانی امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ کی سیرت و سوانح، تعلیم و تربیت، خدا پرستی، شوق مطالعہ،

تقوی و ریاضت، جوش جہاد، نادر تحقیقات، اسلامی ریاست کے خدوخال، عدل و انصاف کے ایمان آفرین نمونے، دیانت فیصلے اور اصلاح انقلاب امت کی گرانقدر مساعی پر مشتمل حیرت انگیز واقعات ۔۔۔ سنہری ڈائی دار مضبوط جلد

صفحات ۲۷۲، قیمت ۵۶/- روپے

دفتر ہو، یا فیکٹری
دوکان ہو، یا گھر

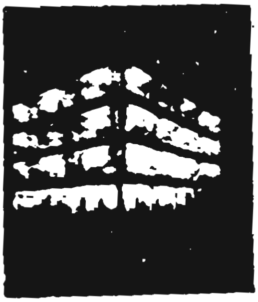

شیشہ

خواجہ کا

خواجہ گلاس انڈسٹریز لمیٹڈ
شاہراہ پاکستان ـــــــــ حسن ابدال

فیکٹری آفس: ۱۰۰۔
رجسٹرڈ آفس: ۲۔ ایبٹ روڈ، لاہ

نائٹروجنی کھادوں

میں

ببّر شیر یوریا

کا

مقام

ببّر شیر یوریا کی خصوصیات

- ہر قسم کی فصلات کے لئے کار آمد۔ گندم، چاول، مکّی، کماد، تمباکو، کپاس اور ہر قسم کی سبزیات چارہ اور پھلوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
- اس میں نائٹروجن ۴۶ فیصد ہے جو باقی تمام نائٹروجنی کھادوں سے فزوں تر ہے۔ یہ خوبی اس کی قیمت خرید اور بار برداری کے اخراجات کو کم سے کم کر دیتی ہے۔
- دانہ دار (پرلڈ) شکل میں دستیاب ہے جو کھیت میں چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔
- فاسفورس اور پوٹاش کھادوں کے ساتھ ملا کر چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔
- مُلک کی ہر منڈی اور بیشتر مواضعات میں داؤد ڈیلروں سے دستیاب ہے۔

داؤد کارپوریشن لمیٹڈ

(شعبۂ زراعت)

الفلاح ـ لاہور

فون نمبر ـ 57876 ـ سے ـ 57879

REGD. NO. P-90

AL-HAQ

فرمانِ رسول..

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری اُمّت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"
"دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟" فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی بُرائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی - باب علامات الساعۃ)

— منجانب —

داؤد ھرکولیس کیمیکلز لمیٹڈ